قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

طلوعِ اسلام

ماہنامہ ——— لاہور

خط و کتابت

ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ)

۲۵/بی ـ گلبرگ ۲، لاہور ۱۱

پوسٹ کوڈ ——— ۵۴۶۶۰

ٹیلیفون: ۸۷۹۲۴۶

فہرستِ مضامین

۱ـ لمعات ——— ادارہ ——— ۲

۲ـ اللہ کے نزدیک ناقابلِ معافی گناہ ——— محمد عمر دراز ——— ۷

۳ـ تازہ شریعت کرے ایجاد ——— اعزاز الدین احمد ——— ۱۷

۴ـ جہنم ——— علامہ غلام احمد پرویزؒ ——— ۲۸

۵ـ سنتِ رسولؐ سے انحراف ——— محمد ارمغان ثاقب ——— ۳۴

۶ـ تعمیرِ ملت ——— محمد اختر جاوید (برمنگھم) ——— ۳۹

۷ـ اللہ کی رسّی ——— محمد رمضان قادری ——— ۴۲

۸ـ نقد و نظر ——— ادارہ ——— ۴۵

۹ـ سیادت ——— ثریا عندلیب ——— ۴۶

۱۰ـ حقائق و عبر ——— ادارہ ——— ۵۳

۱۱ـ آزادی (قرآن بچوں کیلئے) ——— قاسم نوری ——— ۵۷

۱۲ـ COMMENTARY ON SHARIAT BILL. ——— محمد اقبال چوہدری ——— ۶۲

۱۳ـ MEN FOR ALL SEASONS. ——— شمیم انور ——— ۷۲

۱۴ـ درس ——— ادارہ ——— ۸۰

مجلسِ ادارت

مُدیرِ مسئول: محمد لطیف چوہدری

معاون : ثریا عندلیب

ناشر : شیخ عبدالحمید

طابع : خالد منصور نسیم

مطبع : النور پرنٹرز و پبلشرز

۳/۲ فیصل نگر ـ ملتان روڈ ـ لاہور ۲۵

ٹیلیفون ——— ۲۷۵۸۲۶

مقامِ اشاعت: ۲۵/بی ـ گلبرگ ۲، لاہور ۱۱

جلد ۴۳ ——— اگست ۱۹۹۰ء ——— شمارہ ۸

بدلِ اشتراک

سالانہ

پاکستان ——— ۶۰ روپے

بیرونی ممالک ——— (بذریعہ سمندری ڈاک) ۱۲۵ روپے

فی پرچہ: -/۵ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

وہی دیرینہ بیماری

- ——— پاکستان کا خطۂ زمین اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں اسلامی مملکت قائم کی جائے۔
- ——— اسلامی مملکت کی اوّلین شرط یہ ہے کہ اس میں اسلامی قوانین نافذ ہوں۔

یہ حقائق ایسے ہیں جنہیں یہاں مسلّمات کی حیثیت سے مانا جاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں پھر اسلامی قوانین نافذ کیوں نہیں ہوتے؟

اگر اس کا جواب یہ دیا جائے کہ جب اسلامی قوانین مرتّب ہی نہیں ہوئے تو وہ نافذ کس طرح ہوں! تو پھر بصد حیرت یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ اسلامی قوانین مرتّب کرنے میں کونسا امر مانع ہے۔ انہیں مرتّب کیوں نہیں کیا جاتا؟

ہمارے علماء کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان قوانین کا مرتّب کرنا حکومت کا کام ہے۔ اربابِ حکومت چونکہ انہیں نافذ نہیں کرنا چاہتے اس لئے وہ انہیں مرتّب ہی نہیں کرتے۔

چونکہ اس جواب سے ہر حکومت کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے' اور نفرت پھیلانے کا جواز میسّر آ جاتا ہے، اس لئے اس خیال کو اس شدّت سے عام کیا جاتا رہا ہے کہ اب اسے ایک مسلّمہ کے طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے

ہم نہ پہلے کسی حکومت کے طرفدار رہے ہیں، نہ اب کسی حکومت کی وکالت مقصود ہے۔ لیکن یہ امر واضح کرنا ہم اپنا فریضہ سمجھتے ہیں کہ یہ جواب نہ صرف حقیقت کے خلاف ہے بلکہ غلط مفروضہ پر بھی مبنی ہے۔ اربابِ حکومت، اسلامی قوانین نافذ کرنا چاہتے ہوں یا نہ، ان قوانین کے مرتّب نہ ہو سکنے کی ساری ذمّہ داری خود ہمارے علماء کرام پر عائد

ہوتی ہے۔ ان حضرات کا مطالبہ یہ ہے کہ اسلامی قوانین کی بنیاد قرآن و سنّت پر ہوگی اور صورتِ حال یہ ہے کہ :-

۱۔ سنّت کسے کہتے ہیں اس کے متعلق یہ حضرات آپس میں متفق نہیں۔

۲۔ ایسی کوئی کتاب موجود نہیں جس میں سنّتِ رسول اللہ بہ تمام و کمال درج ہو اور جس کا متن تمام فرقوں کے نزدیک، قرآنِ کریم کے متن کی طرح، متفق علیہ اور تنقید سے بالا ہو۔ حتیٰ کہ حدیث کا بھی ایسا مجموعہ موجود نہیں جو تمام مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ ہو۔

۳۔ نہ ایسی کتاب موجود ہے نہ یہ حضرات ایسی کتاب مرتّب کرکے دیتے ہیں۔

۴۔ علمائے اہلِ حدیث کا مسلک اور عقیدہ یہ ہے کہ دین کی جزئیات بھی خدا کی طرف سے بذریعہ وحی رسولِ اکرمؐ کو عطا ہوئی تھیں۔ یہ جزئیات حدیث کے مجموعہ، بخاری و مسلم میں محفوظ ہیں۔ ان میں سے کسی حدیث کا انکار بھی کفر ہے اور کسی نئی بات کا اختیار کرنا بدعت۔ اسی کا نام سنّتِ رسول اللہؐ ہے۔

۵۔ مودودی صاحب کے نزدیک، ہر حدیث سنّت نہ تھی۔ سنّت ان کے نزدیک وہ ہے جس پر رسول اللہؐ نے بحیثیت رسول عمل فرمایا ہو۔ اس کا فیصلہ مزاج شناسِ رسول کی نگہِ بصیرت ہی کرسکتی ہے کہ احادیث کی کتابوں میں جو کچھ آیا ہے اس میں کونسی حدیث صحیح اور کون سی غلط ہے اور صحیح حدیثوں میں سے کونسی بات نبی اکرمؐ نے بحیثیت رسول کی تھی اور کون سی اپنی شخصی حیثیت سے۔ جو باتیں حضورؐ نے بحیثیت رسول کی تھیں انہیں بھی بجز عبادات کے، ہوبہو قائم رکھنا مقصود نہیں ان میں زمانے کے تقاضوں کے مطابق ردّ و بدل کیا جاسکتا ہے اور نئے حوادث کے سلسلہ میں جدید جزئیات بھی مرتّب کی جاسکتی ہیں

۶۔ مولانا اصلاحی صاحب کے نزدیک، قرآن و حدیث میں بھی بیشتر اصول ہی دیئے گئے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں جزئیات مرتّب کرنا امّت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جو جزئیات رسول اللہؐ نے مرتّب فرمائی تھیں ان میں سے سنّت وہ ہیں جنہیں حضورؐ نے استمراراً کیا ہو۔ ہنگامی حالات میں وقتی قضیوں کے فیصلے کے طور پر ارشاد نہ فرمایا ہو۔ اس کا فیصلہ (کہ حضورؐ نے کونسی بات استمراراً کی تھی اور کونسی ہنگامی حالات کے ماتحت) غالباً یہ حضرات خود کریں گے۔

۷۔۔۔ شیعانِ پاکستان کسی ایسے پرنسپل یا پبلک لاء کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں جس میں اہلِ تشیع کے سیاسی، مذہبی اور معاشرتی حقوق کی ضمانت نہ دی گئی ہو۔

۸۔۔۔ سنّت کے مفہوم کے متعلق اس قدر باہمگر اختلافات کے باوجود ان حضرات کا دعوےٰ کہ ہم نے قوانینِ پاکستان کے متعلق متفق علیہ مطالبہ پیش کر دیا ہے خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک قدرِ مشترک صرف سنت کا لفظ ہے اس کا مفہوم ہر ایک کے نزدیک الگ الگ ہے۔

۹۔۔۔ ہمارے ہاں اسلامی قوانین کو دو شقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(ا) شخصی قوانین ______ (PERSONAL LAWS

(ب) ملکی قوانین ______ (PUBLIC LAWS

ہر چند کہ یہ تقسیم غیر قرآنی ہے تاہم شخصی قوانین ہر فرقے کے پہلے ہی الگ الگ ہیں۔ جہاں تک ان فرقوں کے دوسرے قوانین کا تعلق ہے ان میں سے ہر ایک کا دعوےٰ ہے کہ ان کا ضابطۂ قوانین "قرآن و سنّت" کے عین مطابق ہے۔

۱۰۔۔۔ قرآنِ کریم اپنے منجانب اللہ ہونے کی دلیل یہ دیتا ہے کہ اس میں کوئی اختلافی بات نہیں۔ قرآن کے اس دعوےٰ کے بعد یہ تسلیم کرنا کہ یہ مختلف فرقوں کو ایسے قوانین دیتا ہے، جو ایک دوسرے کے خلاف اور باہمگر متضاد ہیں۔ قرآن کے منجانب اللہ ہونے سے انکار کے مرادف ہے۔ قرآن کو من جانب اللہ ماننے والا اس کا تصوّر تک نہیں کر سکتا کہ مختلف فرقوں میں سے ہر فرقہ کے قوانین کو قرآن کی تائید اور موافقت حاصل ہو سکتی ہے۔ بنابریں اختلاف اگر موجود ہے تو اس کی بنیاد اگر قرآن نہیں تو "سنّت" ہی ہو سکتی ہے کیونکہ "سنّت" ہر فرقہ کی اپنی اپنی ہے۔

۱۱۔۔۔ شخصی قوانین کی حد تک تو یہ اختلافی صورت نبھ سکتی تھی لیکن پبلک لاز تو ایسے نہیں ہوتے کہ ہر فرقہ کے لئے الگ الگ ہوں۔ ان کا اطلاق مملکت کے تمام باشندوں پر یکساں ہوتا ہے۔ قرآن چونکہ تمام مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ ہے اس لئے اگر شرط اتنی ہوتی کہ اسلامی قوانین کا قرآن کے مطابق ہونا لازمی ہے تو پبلک لاز کا ایسا ضابطہ نہایت آسانی سے مرتب ہو جاتا جسے تمام مسلمان متفقہ طور پر اسلامی تسلیم کر لیتے لیکن جب اس کے ساتھ یہ شرط بھی عاید کر دی جائے کہ ان قوانین کا سنّت کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے

تو کیا کوئی حکومت قرآن و سنّت کی بنیاد پر ایسا ضابطۂ قوانین مرتب کر سکتی ہے جسے تمام فرقے متفقہ طور پر اسلامی قبول کر لیں۔

۱۲۔ انہیں اس کا اعتراف ہے کہ کتاب و سنّت کی رُو سے پبلک لاز کا کوئی ایسا ضابطۂ قوانین مرتب نہیں ہو سکتا جسے مختلف فرقے متفقہ طور پر اسلامی تسلیم کر لیں۔

۱۳۔ یہ اعتراف بھی ہے اور اس کے ساتھ یہ مطالبہ بھی کہ کتاب و سنّت کے مطابق ضابطۂ قوانین مرتب کیا جائے اور جب ایسا ضابطہ مرتب نہیں ہو پاتا تو دہائی مچا دی جاتی ہے کہ اربابِ اقتدار مغرب زدہ، سوشلسٹ، کمیونسٹ، منکرینِ حدیث، ملحدین اور مرتدین ہیں۔ یہ چاہتے ہی نہیں کہ یہاں اسلامی قوانین نافذ ہوں۔

۱۴۔ طلوعِ اسلام نے شروع ہی میں اس دشواری کو سامنے لاتے ہوئے علماء حضرات سے درخواست کی تھی کہ:-

(I) آپ سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایک ایسا ضابطۂ قوانین مرتب کر دیں جو آپ سب کے نزدیک متفقہ طور پر اسلامی ہو۔

(II) اگر آپ خود ایسا نہیں کرنا چاہتے تو "سنّت" کا کوئی ایسا مجموعہ مرتب کر کے حکومت کو دے دیں جو آپ سب کے نزدیک متفقہ طور پر قابلِ تسلیم ہو۔

(III) اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ناممکن ہے تو پھر "قرآن و سنّت کی شرط سے "سنّت" کو حذف کر دیں اور یہ مطالبہ کریں کہ حکومت ایسا ضابطۂ قوانین مرتب اور نافذ کر دے جو قرآن کے خلاف نہ ہو۔

۱۵۔ ہم ملک کے بہی خواہ اربابِ علم و بصیرت کی خدمت میں گذارش کریں گے کہ وہ بھی علماء حضرات سے یہی سوال کریں تاکہ ملک اس مسلسل خلفشار سے نجات حاصل کر سکے جو یہاں اسلام کے نام پر برپا کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک مسلمانوں کے مختلف فرقوں کی موجودگی میں نہ اسلامی نظام قائم ہو سکتا ہے نہ ہی قانونِ شریعت رائج کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کے مسلمان اگر فی الواقعہ چاہتے ہیں کہ یہاں اسلامی قوانین نافذ ہوں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اوّلاً مختلف فرقے اپنے موقف میں یہ تبدیلی پیدا کریں کہ وہ اپنی فقہ اور اپنے اپنے ہاں کی احادیث (روایات) پر جم کر بیٹھنے کے بجائے قرآنِ کریم کو سند اور حجّت تسلیم کریں اور اس کی روشنی میں ازسرِنو قوانینِ شریعت

کی تدوین کریں۔ یہ وہ ضابطۂ قوانین ہوگا جو تمام فرقوں کے نزدیک اسلامی قرار پا سکے گا۔
اور ثانیًا ایسا نظامِ تعلیم رائج کیا جائے کہ ہماری آنے والی نسلیں ، شیعہ ، سنی ، حنفی ، وہابی بریلوی کے بجائے صرف مسلم بن کر ابھریں۔

۱۶ یہ ہے قارئینِ محترم ! ہماری اصل دشواری جس کا حل نہ شریعت بل ہیں مضمر ہے نہ فی سبیل اللہ ہنگامہ آرائیوں میں۔ یہ وہی مرضِ کہن ہے جس کے متعلق علامہ اقبالؒ نے کہا تھا:۔

وہی دیرینہ بیماری ہماری ، وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

اور وہ آبِ نشاط انگیز آج رُوئے زمین پر صرف اور صرف قرآن کریم کی دفتین میں محفوظ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ (۱۰/۵۷)

یہ وہی قانون ہے جو اب اے نوعِ انسان ! تمہارے نشوونما دینے والے کی طرف سے اس ضابطۂ حیات کی شکل میں تمہارے پاس آگیا ہے۔ اس میں ہر اس کشمکش کا علاج ہے جو تمہارے دِل کو وقفِ اضطراب رکھتی ہے

اس کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ کوئی دوسرا طریق نہیں

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ (۱۷/۹)

بے شک قرآن انسانیت کے سفرِ زندگی میں اس راہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ توازن بدوش اور سیدھی ہے۔

طلوعِ اسلام چاہتا یہ ہے کہ:

جس طرح کی حکومت ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے بعد خلفائے راشدین رضؓ نے قائم کی تھی ، اسی قسم کی حکومت پاکستان میں قائم کی جائے تاکہ ہر شخص کی ضروریاتِ زندگی باطمینان پوری ہوتی رہیں۔ اور کوئی بھوکا ننگا نہ رہے۔ ہر شخص سے عدل و انصاف ہو۔ اور قرآن شریف کے خلاف جس قدر قانون ہیں وہ سب منسوخ ہوجائیں اور قانون صرف خدا کا چلے۔ یہ بات ان لوگوں کو ناگوار گزرتی ہے جو خالص خدا کا قانون نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس سے ان کی ذاتی اغراض پر زد پڑتی ہے۔ اس لئے وہ طلوعِ اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(محمد عمر دراز)

شریعت بل کے حوالہ سے

خالقِ کائنات کے نزدیک ناقابلِ معافی گناہ

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لئے جو سلسلۂ زریں، جنت سے ہبوطِ آدم کے بعد، شروع فرمایا تھا، اس کی آخری کڑی قرآنِ مجید ہے (۱۱۵ : ۶)۔ اللہ کی یہ آخری کتاب ہدائت، اس تمام **اصولی تعلیم** کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف انبیائے کرامؑ کی وساطت سے عطا ہوتی رہی (۴۸ : ۵)۔ اس ضابطۂ ہدایت (قرآن کریم) کے متعلق کہہ دیا گیا:-

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ.....(۹ : ۱۷)

"بلاشبہ یہ قرآن (کاروانِ انسانیت کو سفرِ زندگی میں) وہ راہ دکھاتا ہے جس سے زیادہ توازن بدوش اور سیدھی راہ اور کوئی نہیں۔"

اس کے بعد اس ضابطۂ ہدایت کو تسلیم کرنے والوں اور اس کے مطابق عمل کرنے والوں کو خوشخبری دی گئی کہ

وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا (۹ : ۱۷)

"اور ان لوگوں کو جو اس کی صداقتوں کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اس کے متعین کردہ پروگرام پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں۔ خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے حسنِ عمل کا انہیں بہت بڑا اجر ملے گا۔"

یہ قرآن کن عظمتوں کا مالک ہے اور اس کی اثر انگیزیوں کا کیا حال ہے اسے ایک مثال سے سمجھایا

لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ (۵۹ : ۲۱)

"(اس قرآن کی اثر انگیزیوں کا یہ عالم ہے کہ اگر مثال کے طور پر) ہم اسے قلبِ کوہ کے اندر رکھ دیتے (اور اسے احساس عطا کر دیتے) تو تو دیکھتا کہ اس کی خلاف ورزی کے احساس سے اس پر لرزہ طاری ہو جاتا اور ذمہ داریوں کے احساس سے اس کا جگر شق ہو جاتا۔ اس قسم کی مثال ہم اس لئے بیان کرتے ہیں کہ لوگ عقل و فکر سے کام لیں اور

سوچیں کہ یہ قرآن کن عظمتوں کا مالک ہے اور اس کی خلاف ورزی کے نتائج کیا ہوتے ہیں"۔
اللہ تعالیٰ نے ایمان (اللہ کی طرف سے نازل کردہ حقیقتوں کو تسلیم کرنا) اور کفر (ان حقیقتوں سے انکار کرنا) کا معیار ہی یہ مقرر فرما دیا کہ:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (۵/۴۴)

"جو بھی ہماری طرف سے نازل کردہ (الکتاب) کے مطابق فیصلے نہیں کرتا تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں"۔
اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ اس الکتاب کے مطابق فیصلے کرنے والے ہی مومن ہیں۔ خود صاحبِ کتاب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لسانِ مبارک سے کہلوایا گیا کہ:۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (۴۶/۹)

میں تو صرف اس وحی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف نازل ہوتی ہے۔ اور میرا کام تو تمہیں غلط روش کے انجام و عواقب سے آگاہ کرنا ہے"۔
آپ پر کیا وحی کیا جاتا تھا، اسے غیر مبہم الفاظ میں اللہ کی شہادت کے ساتھ صاف صاف بتا دیا کہ ان پر صرف قرآن نازل ہوتا تھا:

قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۗ قُلِ اللّٰهُ ۗ شَهِيْدٌ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۗ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ۗ (۶/۱۹)

"ان سے کہہ دیجئے کہ ان حقائق کی صداقت کے لئے (جنہیں میں بیان کرتا ہوں) کس کی شہادت سب سے بڑی ہو سکتی ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان خود اللہ کی شہادت موجود ہے۔ اور اس شہادت کے ساتھ میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ مجھ پر **یہ قرآن** وحی کیا جاتا ہے۔ تاکہ میں تمہیں اور ان کو جن تک یہ قرآن (بعد ازاں) پہنچے، زندگی کی غلط روش کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کروں"۔
حضور نبی اکرمؐ سے واضح ارشادِ خداوندی ہے کہ:

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ (۵:۴۸)

ان لوگوں کے درمیان اس (کتاب) کے مطابق فیصلے کیجئے جو اللہ نے نازل کی ہے اور اس سلسلہ میں ان کی اپنی خواہشات اور مفادات کا اتباع مت کیجئے۔

توحید یہ ہے کہ صرف اللہ ہی کے احکام کا اتباع کیا جائے:۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۗ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۗ (۱۲:۴۰)

"حق حکومت صرف اللہ کے لئے ہے (اس کا فرمان یہ ہے کہ) اس کے
سوا کسی اور کی محکومیت اور اطاعت اختیار نہ کی جائے"
اللہ کے احکام کے ساتھ کسی دوسرے کے احکام کی اطاعت کرنا **شرک** ہے اور یہ چیز اللہ کے نزدیک ناقابلِ قبول ہے۔

لَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا (۱۸:۲۶)

انسانوں سے کہہ دیا گیا:

وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (۱۸:۱۱۰)

"اپنے رب کے احکام کی اطاعت میں کسی دوسرے کو شریک مت کرو"

دراصل توحید کے معنی یہ ہیں کہ اس دنیا میں اللہ کے علاوہ، انسان سے برتر کوئی اور نہیں۔ اس لئے انسان کے لئے اللہ کے سوا کسی کی محکومیت جائز نہیں۔

انسان کے لئے صحیح نظام یہ ہے کہ سفرِ زندگی میں جو قدم بھی اٹھے اس منزل کی طرف اٹھے جو اللہ نے اس کے لئے تجویز فرمائی ہے۔

ارشادِ باری تعالےٰ ہے:

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۳۰:۳۱)

اپنا رُخ اس (کے قوانین) کی طرف رکھو۔ اس کے قوانین کی پوری پوری نگہداشت کرو۔ اس کے لئے نظامِ صلوٰۃ قائم کرو جس میں ہر شخص بطیبِ خاطر قوانینِ ربانی کا اتباع کئے چلا جاتا ہے۔ دیکھنا اس طرح توحید کے پیرو بن کر پھر سے مشرک نہ بن جانا"

مشرک کون ہوتا ہے اس کی وضاحت یوں فرما دی:

مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (۳۰:۳۲)

"(یعنی) اُن لوگوں میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس طرح امتِ واحدہ رہنے کی بجائے مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ فرقوں میں بٹ جانے کے بعد حالت یہ ہو جاتی ہے کہ ہر فرقہ یہ سمجھتا ہے کہ جس طریق پر ہم چل رہے ہیں وہی حق و صداقت کی راہ ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ میں مگن ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔ (یاد رکھو! فرقہ پرستی اور گروہ بندی شرک ہے، تم اس شرک کے مرتکب نہ ہونا"
[illegible] راستے پر چلنے کا نام ہے، وہ راستہ جسے اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمایا ہے۔ مختلف راستوں

پر چلنے کا نام نہیں۔ اسی لئے حضورؐ سے کہہ دیا گیا کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ (۶:۱۵۹)

"جو لوگ اپنے دین میں تفرقہ پیدا کرلیں اور الگ الگ گروہ بن جائیں۔ اے رسولؐ! تیرا اُن سے کوئی واسطہ نہیں۔"

(یہاں نورآنی گروپ، فضل الرحمٰن گروپ، درخواستی گروپ، نیازی گروپ، شیعہ، سُنّی، اہل فقہ، اہلحدیث، دیوبندی، بریلوی قسم کی گروہ بندیوں کو ذہن میں لائیے اور سوچیئے!)

اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۶:۱۵۹)

"ایسے لوگوں کا معاملہ اللہ کے (قانون کے) سپرد کردو وہی بتائے گا کہ ان کی اس روش کا نتیجہ کیا ہوگا؟"

جو شِرک کرے گا اللہ کے قانون کے مطابق اس کا انجام کیا ہوگا۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (۴:۴۸)

"اللہ اس بات کو کبھی معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے (یعنی اس کے احکام کی اطاعت کے ساتھ دوسروں کے احکام کی اطاعت کو بھی شامل کیا جائے)۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی کسی کی خطا (یا گناہ) ہوگا۔ اللہ کے قانون میں اس کے مضر اثرات سے بچنے کے لئے حفاظت کی گنجائش موجود ہے ——"

اللہ کے ارتکاب شِرک کو معاف نہ کرنے کا مطلب کیا ہے؟ بتایا کہ:

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (۲۲:۳۱)

"جو شخص اللہ کے قوانین کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے سامنے جھکتا ہے، وہ شرفِ انسانیّت سے گر جاتا ہے۔ ایسے شخص کی مثال یوں سمجھو گویا وہ آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں پر آگرا اور ایسا بے کس و بے بس اور بے یار و مددگار رہ گیا جیسے (چڑیا کا بچہ گھونسلے سے نیچے زمین پر آگرے تو) اسے چیل جھپٹ کر لے جائے اور ایسا کمزور و ناتواں ہوگیا کہ ہوا کا ہر تیز جھونکا اسے (پرِکاہ کی طرح) اڑائے اڑائے پھرے اور کسی دور دراز گوشے میں پھینک دے ——"

اور —— اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (۵ : ۷۲)

"بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اس پر اللہ جنت کو حرام کرے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے ظالمین کا کوئی مددگار نہیں ہوگا"

قارئینِ کرام! ہم نے آپ کے سامنے قرآن کریم کے ارشادات پیش کر کے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ انسانیت کے لئے سفرِ زندگی میں صحیح اور کامیابیوں سے ہمکنار کرنے والی روش یہ ہے کہ اللہ کے دیئے ہوئے قوانین کا اتباع کرتے ہوئے اس دنیا کی زندگی کو بھی کامیاب بنائے اور آخروی زندگی کی منازل طے کرنے کے بھی قابل بن جائے۔

اب آپ ہمارے علمائے کرام کا تجویز کردہ اور پاکستان کے قانون ساز ادارے 'ایوانِ بالا "سینیٹ" کے پاس کردہ شریعت بل پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ کس طرح یہ بل ہمیں اس راستے سے ہٹا کر جسے اللہ نے ہمارے لئے متعین فرمایا ہے، اس راستے پر ڈالنا چاہتا ہے جسے اللہ نے صاف الفاظ میں شرک کہا ہے اور اسے ناقابلِ معافی گناہ قرار دیا ہے۔

اس شریعت بل میں تعریفات کے تحت آرٹیکل ۲ (ب) میں کہا گیا ہے کہ شریعت سے مراد احکامِ اسلام ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں ــــــ اور اس کی تشریح کے تحت کہا گیا ہے کہ:

"شریعت کی تشریح و تفسیر کے مسلمہ اصول و قواعد کی پابندی کی جائے گی اور رہنمائی کے لئے اسلام کے مسلمہ فقہاء کی تشریحات اور آراء کا لحاظ رکھا جائیگا جیسا کہ دستور کی دفعہ ۲۲۷ (۱) کی تشریح میں ذکر کیا گیا ہے"

دستور کی دفعہ ۲۲۷ (۱) میں ذکر ہے:-

"کسی مسلم فرقہ کے کسی شخصی قانون کے ضمن میں شریعت کی تشریح اور تعبیر میں قرآن پاک اور سنت کے الفاظ سے مراد اس مسلم فرقہ کے مطابق قرآنِ پاک اور سنت کی تشریح اور تعبیر ہوگی"۔

ملاحظہ فرمائیے! فرقوں میں بٹ جانے کو اللہ تعالےٰ **شرک** قرار دیتا ہے اور ہمارے علمائے کرام بڑے فخر و مباہات سے ایسا شریعت بل ملک میں نافذ کرانے کی کوششیں فرما رہے ہیں جن میں موجودہ مذہبی فرقوں کو برقرار رکھا جائے گا بلکہ انہیں قانونی سند بھی عطا کر دی جائے گی۔

فرقوں میں بٹ جانے کو **شرک** کیوں کہا گیا ہے یہ نکتہ بڑا لطیف ہے اور اسے سمجھ لینا

نہایت ضروری!

پہلے بتایا جاچکا ہے کہ توحید یہ ہے کہ جس طرح خارجی کائنات میں ایک ہی اِلٰہ (صاحبِ اقتدار) کا قانون کارفرما ہے اُسی طرح انسانوں کی دنیا میں بھی اُسی اِلٰہ (اللہ) کا قانون تسلیم و نافذ کیا جائے۔

فرقوں میں بٹ جانے سے ہوتا یہ ہے کہ ہر فرقے کے پیروکاروں کے نزدیک آخری سند اور حجت اس فرقے کے امام کو یعنی کسی ایک انسان کو ٹھہرایا جاتا ہے اور اس طرح مختلف فرقوں کے نزدیک مختلف انسان، آخری سند قرار پا جاتے ہیں۔

اگر قانون عطا کرنے والی اتھارٹی ہر ایک کے لئے ایک ہی ہو، جو عین مشیتِ خداوندی ہے، تو ایسا قانون ماننے والوں کے اندر یگانگت اور وحدتِ فکر و نظر پیدا ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس مختلف فرقوں میں بٹ جانے سے 'بہت سارے انسان' قانون دینے والی اتھارٹی بن جاتے ہیں۔ اور امّت مسلسل انتشار و خلفشار میں مبتلا اور باہم برسرِ پیکار رہتی ہے۔ اور اس طرح مستقلاً فساد کے جہنم میں جلتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ (۴۲:۲۱)

کیا ان کے کچھ خدائی شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسی شریعت وضع کر رکھی ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی

ایسے لوگ دراصل اپنے جذبات و خواہشات کے غلام ہوتے ہیں

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ (۲۵:۴۳)

کیا تُو نے اس شخص کی حالت دیکھی ہے جس نے اپنے جذبات ہی کو اپنا اِلٰہ (صاحبِ اقتدار) بنا لیا ہو؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا تھا کہ

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ (۵:۴۸)

ان کے درمیان اللہ کی طرف سے نازل کردہ (ضابطۂ ہدایت) کے مطابق فیصلے کیجئے اور ایسا کرتے وقت ان لوگوں کے جذبات و خواہشات کی بالکل پرواہ نہ کیجئے۔

اور ساتھ ہی یہ بھی کہ:

جو لوگ دین میں فرقے بنالیں اور الگ الگ گروہ بن کے بیٹھ جائیں۔ اے رسولؐ! آپ کا

ان سے کوئی تعلق نہیں "۔

گویا زندگی کی کامیابیوں اور کامرانیوں کی طرف لے جانے والا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے:

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿﴾ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿﴾ (۳۰/۳۰-۳۲)

صحیح روشِ زندگی یہ ہے کہ تم ان تمام غلط راہوں سے منہ موڑ کر اپنی تمام توجہات اِس نظامِ زندگی پر مرکوز کردو جو خدا کے تخلیقی قانون کا تقاضا ہے۔ اور جس قانون کے مطابق اس نے خود انسان کو پیدا کیا ہے۔ خدا کا یہ قانونِ تخلیق غیر متبدّل ہے (اس لئے یہ نظامِ زندگی جو انسانی معاشرہ کے لئے بذریعہ وحی دیا گیا ہے۔ اور جواب صرف قرآن کریم میں محفوظ ہے اسی طرح غیر متبدّل ہے) یہی وہ نظامِ حیات ہے جو نہائت محکم اور تمام نوعِ انسان میں صحیح توازن قائم رکھنے کا موجب ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔ یہ نظام کیا ہے؟ یہ کہ سفرِ زندگی میں تمہارا ہر قدم اس منزل کی طرف اٹھے جو اللہ نے تمہارے لئے تجویز کی ہے تم اس کی پوری پوری نگہداشت کرو۔ اس کے لئے نظامِ صلوٰۃ قائم کرو جس میں ہر فردِ معاشرہ بطیبِ خاطر قوانینِ خداوندی کا اتباع کئے چلا جاتا ہے۔ اس اتّباع اور اطاعت میں کسی اور کے قانون اور فیصلے کو شریک نہ کرو۔ اس سے پہلے خود تمہارے اندر وحدتِ فکر و عمل پیدا ہو جائے گی اور اس کے بعد پوری نوعِ انسانی اپنے اختلافات چھوڑ کر امّتِ واحدہ بن جائے گی (۲: ۲۱۳)۔ یہی دین کا مقصود ہے۔

[...]یتا دینے کے بعد اللہ نے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ تمہارے پاس ایسا کرنے کے لئے لامحدود وقت [...] ہے۔ ارشادِ باری تعالےٰ ہے:۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۖ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿﴾ (۳۰: ۴۳)

تم اپنی تمام مساعی کو اللہ کے محکم نظام کے قیام کے لئے وقف کردو قبل اس کے کہ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق ظہورِ نتائج (انقلاب) کی وہ گھڑی سامنے آجائے جو کسی کے

لٹائے لوٹے گی نہیں۔ یہ وہ وقت ہوگا جب یہ دونوں پارٹیاں نکھر کر الگ الگ ہو جائیں گی اور ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑی ہوں گی۔"

خالقِ کائنات نے کہا ہے :۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ (۷:۱۷۶)

"اگر وہ ہمارے قانونِ مشیت کے مطابق چلتا رہتا (جو اسے دیا گیا تھا) تو ہم اسے (آسمان کی) بلندیوں تک لے جاتے لیکن اس نے ہمارے قوانین کی بجائے اپنے جذبات ہی کی پیروی شروع کردی۔ نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ وہ آسمان کی بلندیوں کی بجائے) زمین کی پستیوں کے ساتھ چپک گیا (اس کی زندگی کا سارا مقصد دنیاوی مفاد کا حصول رہ گیا)۔

فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۷:۱۷۶)

"اب اس کی مثال کُتے کی سی ہوگئی کہ اُسے ڈراؤ اور اکساؤ تو بھی وہ ہانپے اور زبان لٹکائے اور اگر ویسے چھوڑ دو تو بھی ہانپے اور زبان لٹکائے (یعنی پھر انسان کی ہوس کی تسکین ہی نہیں ہوتی، خواہ وہ کسی حالت میں بھی کیوں نہ ہو، اسے اطمینان کا سانس لینا نصیب نہیں ہوتا) یہ حالت ہو جاتی ہے اس قوم کی جو ہمارے قانون کو جھٹلاتی ہے۔ سو، اے رسولؐ! آپ یہ باتیں انہیں سنائیے تاکہ یہ ان پر غور و فکر کریں اور یہ سمجھ سکیں کہ :۔

سَآءَ مَثَلَا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (۷:۱۷۷)

"کس قدر بُری حالت ہوتی ہے اس قوم کی جو ہمارے قوانین کو جھٹلاتی ہے اور یوں اپنے آپ پر زیادتی کرتی ہے۔"

اے دِل! یہ تو اپنی داستاں معلوم ہوتی ہے، جسے قرآن کریم نے اس انداز سے بیان کیا ہے۔
کیا ہمارے علمائے کرام، قرآن کریم کے ان ارشادات پر غور فرمائیں گے۔ کیا وہ اپنے اس فریضہ کو ادا کرتے ہوئے، جو ان پر علماء ہونے کا دعوےٰ کرنے کے سبب عائد ہوتا ہے، قوم کو اس شرک سے بچائیں گے جو اللہ کی نگاہ میں ناقابلِ معافی ہے اور جس کی سزا ابدی جہنم ہے اور اپنا شمار ان سعادت مند اصحاب میں کرائیں گے جن کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے کہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ یا ____ وہ ____ قوم کو مسلسل ان گنت فرقوں میں بانٹے رکھنے کا کھیل کھیلتے رہ کر اسے

اللہ کے راستے پر چلنے سے روکتے رہیں گے اور اپنا شمار ان علماء و مشائخ میں کراتے رہیں گے جن کے متعلق اللہ کا ارشاد ہے کہ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ (۹/۳۴)

"اے جماعتِ مومنین! بے شک علماء و مشائخ کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ وہ جھوٹ اور فریب سے لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے، کہ لوگ اللہ کے راستے کی طرف نہ آنے پائیں (کیونکہ اس سے ان کی مذہبی پیشوائیت اور اقتدار ختم ہو جاتا ہے)۔"

اور جن کے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے حضور یہ شکائت کریں گے :-

يَٰرَبِّ إِنَّ قَوْمِى ٱتَّخَذُواْ هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ مَهْجُورًا (۲۵/۳۰)

"یہی ہے میری وہ قوم جس نے اس قرآن کو (اپنے خودساختہ معتقدات کی رسیوں سے) اس طرح جکڑ دیا تھا کہ یہ آزادی سے دو قدم چلنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ (انہوں نے اپنے آپ کو اس کے تابع رکھنے کی بجائے اسے اپنے مسلک و مشرب کے تابع رکھ چھوڑا تھا)۔"

یاد رکھئے! اللہ کے متعین فرمودہ راستہ پر چلنے سے انحراف، غیر معین مدت تک ممکن نہیں۔ اس نے کہا ہے کہ تم اس دین پر چلنا شروع کر دو پیشتر اس کے کہ ظہورِ نتائج کا وقت آجائے۔ وہ گھڑی جب سامنے آجائے گی تو کسی بڑے سے بڑے انسان کے لوٹائے بھی نہیں لوٹے گی (۴۳ : ۳۰)۔ اور پھر ـــــ تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں!!

اللہ اپنے فضل و رحمت اور اپنے حبیبؐ کے صدقے ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس نے ہمارے لئے پسند فرمایا ہے اور اس شرک کے ارتکاب سے بچنے کی بصیرت اور ہمت بخشے جس کی سزا ابدی محرومیاں ہے۔

اگر ہمارے علمائے کرام نے ہماری ان معروضات پر غور کر کے قرآن کریم کے احکامات کے مطابق عمل نہ کیا اور شریعت بل کے اس حصے کو ملک کے قانون کی حیثیت سے نافذ کرانے پر مصر رہے اور خدا نکردہ کامیاب بھی ہوگئے تو یہ اللہ کے اس ارشاد کی تکذیب ہوگی جس میں جماعتِ مومنین سے کہا گیا ہے کہ :- وَلَا تَكُونُواْ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ۞ مِنَ ٱلَّذِينَ فَرَّقُواْ دِينَهُمْ وَكَانُواْ شِيَعًا

انہیں علم ہونا چاہیئے کہ اللہ کے ارشادات کی تکذیب کا انجام، ان کی اپنی خواہشات اور خوش آئند آرزوؤں کے مطابق نہیں نکلے گا بلکہ اسی اللہ کے قانونِ مکافات کے مطابق ہوگا جو اپنے فیصلوں کو نافذ کرنے کی ایسی زبردست قوت رکھتا اور اپنے احکام کی تکذیب کرنے والوں پر ایسی شدید گرفت کرتا ہے جس کے تصوّر تک سے رُوح پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸ : ۱۱﴾

EXPOSITION OF THE HOLY QURĀN

Vol. 1

Surah Al Fatiha (1) to Surah Al Kahaf (18)

AN ENGLISH RENDERING OF THE FAMOUS URDU PRESENTATION

MAFHUM-AL-QURĀN

BY

LATE ALLAMA GHULAM AHMED PARWEZ

IS NOW READY FOR DISTRIBURTION

ORDERS MAY KINDLY BE RENEWED

PRICE RS.200/=

TOLU-E-ISLAM TRUST (REGD.)

25 - B, Gulberg - 2, Lahore -11, Pakistan.

Phone: 879246.

چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

اعزاز الدین احمد خاں ۔ لاہور چھاؤنی

تازہ شریعت

سورۃ الشوریٰ میں آیا ہے :۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ (۴۲/۲۱)

"کیا ان لوگوں نے اور ہستیوں (اپنے مذہبی راہنماؤں) کو اللہ کا شریک بنا رکھا ہے جو ان کے لئے دین (نظامِ زندگی) میں مختلف راہیں (شریعتیں) وضع کرتے رہتے ہیں۔ ایسی راہیں (شریعتیں) جن کی قوانینِ خداوندی کی رُو سے کبھی اجازت نہیں ہوتی۔ یعنی جن کی کوئی سند کتاب اللہ سے نہیں مل سکتی (اللہ کا حکم کچھ ہوتا ہے اور ان کے مذہبی پیشواؤں کی شریعت کچھ اور کہتی ہے۔ یہ شرکِ عظیم ہے)"

علامہ اقبالؒ نے غالباً اسی آیتِ مبارکہ سے متاثر ہو کر اربابِ مذہب کے متعلق اور جو کچھ یہ لوگ اللہ کے نام کی آڑ لے کر کرتے ہیں، کہا تھا :۔

احکام ترے حق ہیں مگر اپنے مفسّر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند　　(بالِ جبریل)

پاژند — پارسیوں کے مذہبی عقائد اور رسومات کے مجموعہ کا نام ہے۔

یہاں علامہ کہہ یہ رہے ہیں کہ ہمارے مذہبی پیشوا قرآن حکیم کی صداقتوں کو اپنے خودساختہ معتقدات خیالات، تصورات، روایات، قوانین و تفاسیر وغیرہ میں اس طرح جکڑ دیتے ہیں کہ یہ بے جان عقائد اور رسومات کا مجموعہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہ لوگ قرآن کو "مہجور" بنا دیتے ہیں۔ (۲۵/۳۰)

وہ مزید فرماتے ہیں کہ یہ حضرات اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ :۔

قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد (ضربِ کلیم)

ـــــــ ان مذہبی پیشواؤں نے اللہ کے دین کو، جو قرآن حکیم کے اندر ہے، کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ جب چاہیں احکامات الٰہی کو ایسے معنی پہنا دیتے ہیں جس سے دین کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ الدین کی شکل مسخ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ایک نئی شریعت ایجاد کر دیتے ہیں ـــــــ

علامہ اقبالؒ نے پاکستان کا تصور ۱۹۳۰ء میں دیا اور اس کے بعد ۱۹۳۸ء، یعنی اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اس خواب کی تعبیر کو اپنی فکر کا مرکز بنائے رکھا۔ انہوں نے اس متصورہ مملکت کی نظریاتی بنیادوں، اس کے نظام کے اصولی خط و خال اور اس کے استحکام و بقا کی شرائط اور مقتضیات کے سلسلے میں بہت کچھ کہا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان کے پیغام میں بہت کچھ ایسا بھی ملتا ہے جو ہمارے موجودہ حالات پر حرفاً حرفاً منطبق ہوتا ہے۔ انؒ کے اسی شعر کو ہی لیجئے:۔

قرآن کو بازیچۂ تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد

جب ہم اس شعر میں پوشیدہ پیغام کے ان گوشوں پر نظر ڈالتے ہیں جن کا اطلاق ہمارے موجودہ حالات پر ہوتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے علامہ پچھلے ۴۲ سال سے ہم میں بیٹھے ماجرائے قوم بیان کر رہے ہوں۔ قوم کی نکبت و زبوں حالی پر خون کے آنسو بہا رہے ہوں۔ جیسے بتا رہے ہوں کہ ہوشیار ہو جاؤ ایک اور "فساد فی سبیل اللہ" جنم لے رہا ہے۔ عمائدِ مذہب ایک "تازہ شریعت" ایجاد کر رہے ہیں۔

اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں یہ "تازہ شریعت" ہمارے سینیٹ کے پاس کردہ "شریعت بل" کی شکل میں آچکی ہے۔ اب اس "شریعت بل" کو قومی اسمبلی میں پیش ہونا ہے، جہاں اسے حکومت وقت کی مخالفت کا سامنا ہوگا۔ اب دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

ارباب مذہب قوم کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ جب یہ "شریعت بل" قانون بن جائے گا تو مملکتِ پاکستان صحیح معنوں میں ایک اسلامی، فلاحی، جمہوری ریاست میں تبدیل ہو جائے گی اور اس طرح ہم وہ مقصد حاصل کر لیں گے جس کے لئے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ یاد رہے اسلام کو دین کی شکل میں متشکل کرنے کے لئے ہم نے ایک آزاد مملکت کے حصول کا مطالبہ کیا تھا۔ اسی کو نظریۂ پاکستان کہتے ہیں۔ یعنی ایک ایسی مملکت کا حصول جس میں اللہ کا دین، اسلام

ایک عملی نظامِ حیات کی شکل میں کار فرما ہو۔ اس لئے مذہبی پیشواؤں کے دعوے کو پرکھنے کے لئے ضروری ہے کہ دیکھا جائے، آیا مزعومہ شریعت بل کی بنیادیں اللہ کے دینؔ (اسلام) پر اٹھائی گئی ہیں یا انسانوں کے خودساختہ "مذہب و شریعت" پر۔ ویسے بھی کسی بات کو صحیح ماننے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اسے غور و فکر کے بعد، دلائل و براہین کی رُو سے صحیح مانے۔ قرآن نے تو اس باب میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ مومن وہ ہیں کہ :-

اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا (۲۵/۷۳)

جب اُن کے سامنے آیاتِ خداوندی بھی پیش کی جائیں تو وہ ایسا نہیں کرتے کہ علم و بصیرت اور عقل و فکر کو بالائے طاق رکھ کر، محض جذباتی طور پر ان پر گر پڑیں۔ وہ انہیں بھی اندھے بہرے بن کر اختیار نہیں کرتے، سوچ سمجھ کر اختیار کرتے ہیں۔ (ظاہر ہے کہ یہ لوگ جب قوانینِ خداوندی پر بلا سوچے سمجھے عمل نہیں کرتے تو زندگی کے دوسرے معاملات کے فیصلے بے سوچے سمجھے کیسے کریں گے) "

تو آیئے قرآن حکیم کے غور و فکر کرنے کے واضح حکم کی اتباع کرتے ہوئے "شریعت بل" کے ایک پہلو پر نظر ڈالیں۔ اس میں دی گئی "شریعت کی تعریف اور تشریح" کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھیں یہی میری گفتگو کا مقصد ہے۔

شریعت کی تعریف و تشریح

"شریعت کی تعریف و تشریح" شریعت بل مذکورہ کی شق ۲ (ب) میں کی گئی ہے جو یوں ہے :-

" ۲۔　　تعریفات

(الف)　"حکومت" سے مراد ....

(ب)　"شریعت" سے مراد وہ احکامِ اسلام ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔

تشریح :- شریعت کی تشریح و تفسیر کرتے وقت قرآن و سنت کی تشریح و تفسیر کے مسلمہ اصول و قواعد کی پابندی کی جائے گی اور راہنمائی کے لئے اسلام کے مسلمہ فقہاء کی تشریحات اور آراء کا لحاظ رکھا جائے گا۔ جیسا کہ دستور کی دفعہ ۲۲۷ شق (۱) کی تشریح میں ذکر کیا گیا ہے۔ "

میں آپ کو "شریعت" کے اصطلاحی اور لُغوی معنوں میں الجھانا نہیں چاہتا اور نہ ہی شریعت کے

اور "اسلام کے مسلّمہ فقہاء" پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ ہاں البتّہ دستور کی "دفعہ ۲۲۷ (۱) وضاحتی نوٹ (تشریح) میں اللہ کے دین کا جو مذاق اڑایا گیا ہے اس کی طرف آپ کی توجہ ضرور مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ لیکن پیشتر اس کے کہ ہم دستور کی دفعہ ۲۲۷ پر ایک نظر ڈالیں۔ مناسب ہوگا اگر شریعت کا قرآنی مفہوم اور جسے ہمارے ہاں "شریعت" کہا جاتا ہے کا فرق واضح کر دیا جائے۔

اَلشَّرِیْعَۃُ وَ الشِّرْعَۃُ کے معنی ہیں سیدھا اور واضح راستہ۔ قرآن حکیم نے شَرِیْعَۃٍ کو ان معنوں میں بھی استعمال کیا ہے اور طور طریقوں کے معنوں میں بھی۔

—— سورۃ الجاثیہ میں آیا ہے:۔

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ... (۴۵/۱۸)

"پھر ہم نے تجھے "الامر" (دین کے معاملہ) میں ایک کھلے اور واضح راستے پر لگا دیا"

—— سورۃ شوریٰ میں ہے:۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ.. (۴۲/۱۳)

"اللہ نے تمہارے لئے اس نظام زندگی (الدّین) یا قانونِ حیات کو نمایاں اور واضح کیا ہے (جو شروع سے ایک ہی چلا آرہا ہے (نوحؑ سے آپؐ تک)"

اِن آیات میں "شَرَعَ" اور "اَلْاَمْرُ" کو الدّین کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے بتایا گیا ہے کہ الدّین کے اصول ہمیشہ ایک ہی رہے ہیں۔ لیکن الدّین پر چلنے کے طور طریقے مختلف زمانوں میں اور مختلف اقوام و ممالک کے احوال و ظروف کے مطابق مختلف ہوتے رہے۔ مثالی طور پر دیکھئے۔ سورۃ مائدہ میں پہلے یہ کہا گیا ہے:۔

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ

"اب تم لوگوں کے معاملات کے فیصلے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے مطابق کرو۔ اور جب تمہارے پاس حق آچکا ہے تو پھر ان کے جذبات و خواہشات کا اتباع مت کرو ——!"

اس کے بعد ہے:۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (۵/۴۸)

"اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شِرْعَةً (راستہ) اور منہاج (طریقہ) مقرر کیا (تھا)۔"

یہاں شِرْعَةً کے معنی الدّین کے وہ غیر متبدّل اصول نہیں جو حضرت نوحؑ سے نبی اکرمؐ تک ہر نبی کو یکساں طور پر دیئے گئے تھے (۴۲/۱۳)۔ یہاں اس سے مراد الدّین کے اصولوں کے تابع وہ جزئی احکام ہیں جو انبیائے سابقہ کو وقتی ضروریات کے لئے دیئے جاتے رہے اور جن میں زمانے کی تبدیلی کے ساتھ تبدیلی ہوتی رہی۔ (ان طور طریقوں کے لئے قرآن میں منہاج کے علاوہ مناسک کے الفاظ بھی آئے ہیں۔)

اس مفہوم کی تائید سورۃ الحج کی وہ آیت کرتی ہے جس میں کہا گیا ہے

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ (۲۲/۶۷)

"ہمارا بنیادی قانون انسان کی راہنمائی کے لئے شروع سے ایک چلا آرہا ہے۔ لیکن اس کے عملی نفاذ کی شکلیں، مختلف ادوار میں، زمانے کے تقاضوں کے ماتحت مختلف قوموں میں، مختلف ہوتی رہی ہیں (اسی بناء پر) مختلف قوموں کے رسوم و رواج اور طرزِ معاشرت الگ الگ ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر جھگڑا کیا جائے۔ اصل چیز وہ بنیادی تعلیم ہے جو اب اپنی حقیقی شکل میں قرآن میں محفوظ کر دی گئی ہے۔ اس کے متعلق کسی تنازعہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ لہٰذا ان لوگوں کو چاہیئے کہ یہ لوگ "الامر" (اصل دین) کے بارے میں تنازعہ نہ کریں۔ اے رسولؐ! تم تعلیمِ ربّانی کی طرف دعوت دیتے جاؤ۔ اس لئے کہ تم بالکل سیدھے اور متوازن راستہ پر چلے جارہے ہو۔"

بات جو سامنے آئی یہ ہے کہ اسلام کا نظام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآنِ حکیم میں بجز چند مستثنیات دین کے صرف اصول دیئے ہیں۔ یہ اصول (اور وہ چند احکامات جو قرآن میں دیئے گئے ہیں) ہمیشہ کے لئے غیر متبدّل رہیں گے۔ لیکن ان اصولوں کی چار دیواری کے اندر رہتے ہوئے ہر زمانے کی امّت اپنے لئے جزئی احکام اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق، باہمی مشورہ سے خود مرتّب کرے گی۔ قرآنی اصول غیر متبدّل رہیں گے اور یہ جزئی احکام تبدیل ہوتے رہیں گے۔ ان جزئی احکام کو اگر "شریعت" کہا جائیگا تو یہ شریعت بدلتی رہے گی اور اصولِ شریعت غیر متبدّل رہیں گے۔

یہ ہے "شریعت" کا قرآنی مفہوم۔ اس کی روشنی میں دیکھئے کہ ہمارے ہاں جو فقہ کے قوانین کو شریعت کہا جاتا ہے وہ اس قرآنی مفہوم سے کس قدر خلاف ہے۔ فقہ کے قوانین صدیوں پہلے، بعض انسانوں (فقہاء) نے مرتّب کئے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ اس زمانے کے حالات کے مطابق ہوں،

جس میں انہیں بتایا گیا تھا لیکن وہ ابدی طور پر دین تو قرار نہیں پا سکتے۔ انہیں زمانے کے تقاضوں کے مطابق بدلتے رہنا چاہیتے تھا۔ لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں ہُوا کیونکہ ہمارے فقہاء نے ان شرعی قوانین کو غیر متبدل قرار دے رکھا ہے۔ اقوامِ سابقہ کی شریعتوں کو قرآن کریم نے آکر بدل دیا۔ ہمارے قوانینِ شریعت کو وقتاً فوقتاً اسلامی مملکت نے بدلنا تھا جس کے قیام کے لئے ہم نے پاکستان کا مطالبہ کیا تھا۔

حسرت ویاس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان تو بن گیا لیکن اسلامی مملکت کا بدستور انتظار ہے۔ بقول شاعر:-

نہ ہے لبوں پہ تبسّم، نہ ہے نظر میں پیام
وہ آگئے ہیں مگر انتظار باقی ہے!

فقہ کے قوانین کو غیر متغیّر قرار دینے کا نتیجہ یہ ہُوا کہ الدین کی جوئے رواں جوہڑ بن کر رہ گئی۔ زمانہ بدلتا گیا اور امّت ایک مقام پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ غیر متحرک، اندھی تقلید کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی۔ ان تمام مضرّات کا علاج قرآنی نظام (اسلامی مملکت) ہے لیکن قوانینِ فقہ و روایات کو غیر متبدّل قرار دینے والے اس راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ مذہبی پیشوائیت نے ہمیشہ یہی کیا ہے اور وہ یہی کچھ کرتی رہے گی:-

یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (۹/۳۴)

اللہ کے مقرّر کردہ راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ

اس نے اب اپنے خود ساختہ "مذہب اور شریعت" کو دوام بخشنے کے لئے مزعومہ شریعت بل کی صورت میں، امّت کو اپنی گرفت میں لینے کے لئے ایک اور جال پھینکا ہے۔ اس شریعت بل کی بنیاد اللہ کا دینِ اسلام نہیں بلکہ ان کا اپنا وضع کردہ 'اسلام' ہے۔ جس میں مذہبی فرقوں کی بھرمار ہے۔ دستور کی "دفعہ ۲۲۷ (۱) تشریح" ان کے بنائے ہوئے مذہبی فرقوں کو قانونی اور آئینی تحفّظ فراہم کرتا ہے۔ جسے یہ حضرات قرآن و سنت کی تشریح و تفسیر کہتے ہیں۔ دستور کی دفعہ ۲۲۷ انگریزی میں یوں ہے:-

" 227. PROVISIONS RELATING TO THE HOLY QURAN AND SUNNAH:-

(1) ALL EXISTING LAWS SHALL SHALL BE BROUGHT IN

CONFOROMITY WITH THE INJUNCTIONS OF ISLAM AS LAID DOWN IN THE HOLY QURAN AND SUNNAH, IN THIS PART REFERRED TO AS THE INJUNCTIONS OF ISLAM AND NO LAW SHALL BE ENACTED WHICH IS REPUGNANT TO SUCH INJUNCTIONS.

[EXPLANATION :- IN THE APPLICATION OF THIS CLAUSE TO THE PERSONAL LAW OF ANY MUSLIM SECT, THE EXPRESSION "QURAN AND SUNNAH" SHALL MEAN THE QURAN AND SUNNAH AS INTERPRETED BY THAT SECT.]

شریعت بل کی بنیاد

غور کیجئے دستور دفعہ ۲۲۷ میں ایک طرف تو یہ کہا گیا ہے کہ ملک کے تمام موجودہ قوانین "قرآن و سنّت" کے مطابق ترتیب دیئے جائیں گے اور آئندہ کوئی ایسا قانون بنایا نہیں جائے گا، جو "قرآن و سنّت" کے خلاف جاتا ہو اور دوسری طرف اسی دفعہ ۲۲۷ کے "وضاحتی نوٹ" (EXPLANATION) میں اس اصول کی یہ کہہ کر خود ہی نفی کر دی کہ ہر مذہبی فرقہ، شخصی (PERSONAL) قانون کی حد تک، قرآن و سنّت کی اصطلاح کی تشریح و تعبیر اپنے اپنے فرقے کی فقہ و روایات کے مطابق کر سکتا ہے۔ گویا اسلام کے نام پر حاصل کئے جانے والے ملک کے دستور میں مذہبی فرقوں کے وجود کو نہ صرف تسلیم کر لیا گیا ہے بلکہ ایک ہی مملکت میں رہتے ہوئے، ہر مذہبی فرقہ کو، شخصی قوانین کی حد تک ہی سہی، الگ الگ ضوابطِ قوانین پر چلنے کی اجازت بھی دے دی گئی ہے۔ اور اس طرح دین کی وحدت کو شخصی اور پبلک لاز میں تقسیم کر کے فرقہ پرستی کے بارے میں قرآنِ حکیم کے واضح احکام کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی گئی ہیں۔

عزیزانِ من! یہ ہے وہ راہنمائی جو قرآن و سنّت کی تشریح و تفسیر کے بارے میں دستور کی دفعہ ۲۲۷ میں ملتی ہے اور جس کی طرف مزعومہ شریعت بل کی شق ۲ (ب) میں ہماری توجہ مبذول کرائی ہے۔ یہ ہے وہ 'اسلام'، جس پر شریعت بل کی بنیاد رکھی گئی ہے! جب بنیاد ہی ٹیڑھی

غیر قرآنی ہے، غیر اسلامی ہے، تو ظاہر ہے اس پر جو بھی عمارت اٹھے گی وہ بھی ٹیڑھی ہی ہوگی۔

شیرازہ ہُوا ملّتِ مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے

سن رکھیئے! کہ شریعت کی تدوین کے لئے قرآن حکیم کی سند بنیادی ضرورت ہے۔ اگر قرآن کی سند نہیں تو وہ اسلامی نہیں کہلا سکتی۔ قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ نے مسلمانوں کو ایک جماعت (ملّتِ واحدہ) بنایا ہے۔ اس جماعت میں الگ الگ فرقوں اور پارٹیوں کا وجود، قرآن حکیم کے واضح الفاظ میں شرک ہے (۳۲۔ ۳۱ / ۳۰) اور ایسا کرنے والوں کو قرآن نے مشرک کہا ہے۔ (۳۰/۳۲) جن سے اللہ اور رسولؐ کا کوئی واسطہ نہیں رہتا۔ (۱۶۰ / ۶)۔ قرآن حکیم کے اس کھلے ہوئے فیصلے کے بعد فرقہ بندی اور پارٹی بازی کے متعلق کچھ اور کہنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ لیکن ہم ہیں کہ فرقہ بندی پر اپنی شریعت کی بنیادیں کھڑی کر رہے ہیں! یا للعجب! ان ارباب مذہب سے پوچھئے کہ کیا ایسا کرنے کی سند کتاب اللہ سے ملتی ہے۔

اربابِ مذہب سے پوچھئے!

سورۃ الشوریٰ میں ہے:-

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ط (۴۲/۲۱)

"کیا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لئے شریعت کے ایسے قوانین وضع کرتے ہیں جن کی کوئی سند قرآن سے نہیں مل سکتی۔"

اس آیتِ مبارکہ میں کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے جو راستہ اختیار کر رکھا ہے اسے اللہ نے مقرر نہیں کیا۔ انہوں نے اور ہستیوں (اپنے مذہبی راہنماؤں) کو اللہ کا شریک بنا رکھا ہے! کیا ہم سوچیں گے؟

یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ جب قوانین اسلامی حکومت کی طرف سے مرتب اور نافذ ہونگے تو ان کا اطلاق تمام اُمّت پر یکساں ہوگا۔ اس لئے امّت میں کوئی فرقہ پیدا نہ ہوگا۔ جب یہ افراد (فقہاء) کی طرف سے مدوّن ہونگے تو ان کا اطلاق صرف ان کی فقہ کے متبعین پر ہو سکے گا۔ اس طرح امّت میں مختلف فرقے پیدا ہوں گے اور مستحکم رہیں گے۔ فرقے مختلف انسانوں کے بنائے ہوئے راستے (مذہب) پر چلنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ کے دین میں مختلف فرقوں کا کیا سوال۔ دین کی

غائت کیا ہے اور ہمارے مذہبی پیشواؤں نے اسے کیا بنا دیا ہے! کیا ہم غور کریں گے۔؟

دین کی غایت

اسلام کا مقصود اور اس کے عملی نظام (دین) کی غائیت یہ ہے کہ نوعِ انسان کے اختلاف وافتراقات کو ختم کرکے اسے آسمانی اقدار کی بنیادوں پر ایک عالمگیر برادری بنا دیا جائے۔ (۲/۲۱۳) ان اختلافات کو مٹانے کے لئے آسمانی رشد و ہدائت کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس سلسلے کی تکمیل قرآن سے ہوئی۔ اب قرآنی تعلیم کا منتہٰی یہ ہے کہ تمام نوعِ انسان کو پھر سے اُمّتِ واحدہ بنا دیا جائے۔ یہ اب ہمارا فریضہ ہے کہ قرآنی تعلیم کو عام کرکے پہلے مسلمانوں کے اور پھر تمام انسانوں کے تفرقے مٹاتے چلے جائیں۔ اس کا عملی طریق یہ ہوگا کہ قرآنِ حکیم کے مقرر کردہ ضابطۂ حیات کو تمام اختلافی معاملات میں سند آخر تسلیم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایسا اسلامی حکومت کے ذریعے ممکن ہوگا جسے امت متشکل کرے گی۔ جب تک ایسا نہیں ہوگا وہ مقصد حاصل نہیں ہوگا جس کے لئے قرآن نازل کیا گیا تھا جس کے لئے ہم نے پاکستان بنایا تھا۔ مقصد کیا تھا اور ہم کر کیا رہے ہیں؟ ہم کر یہ رہے ہیں کہ مزعومہ شریعت بل کے ذریعے سے، مذہبی فرقوں کو، جن میں پاکستان کے مسلمان بٹے پڑے ہیں، مٹانے کی بجائے برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں!! "دستور کی دفعہ ۲۲۷ (۱) تشریح" کا یہی مقصد ہے۔ مزعومہ شریعت بل کی "دفعہ ۲ (ب) تشریح" کا بھی یہی مقصد ہے۔ یہ اللہ کے دین سے مذاق نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

دینِ اللہ

قرآنِ حکیم نے اسلام کو دین اللہ (۳/۸۳ و دیگر مقامات) — اللہ کا دین — کہا ہے۔ اس کی نسبت (اور تو اور) کسی رسول کی طرف بھی نہیں کی — رسولؐ اللہ کا دین لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ وہ کوئی اپنا دین نہیں لاتے تھے۔ رسولؐ اللہ، پہلے اللہ کے اسی دین پر خود ایمان لائے (۲/۲۸۵) اسی کو اپنا وظیفۂ حیات بنایا۔ اور اسی کو نافذ کیا۔ یہی دین تھا جو اس پہلی اسلامی مملکت کا دستور تھا، جسے رسولؐ اللہ نے مدینہ میں قائم فرمایا تھا۔ اسی اسوۂ حسنہ کی ہمیں تقلید کرنی چاہیئے تھی، لیکن ہم نے دین کی بجائے یہاں مذہب نافذ کر کے رکھ دیا۔ یاد رہے ابتدائے اسلام میں صرف دین تھا۔ بعد میں مختلف آئمۂ فکر و فقہ کی نسبتوں سے مختلف طریقے پیدا ہوئے تو دین کی جگہ مذہب (طریقہ) نے

سے لی۔ اس طرح جب دینؔ میں انسانی خیالات کی آمیزش ہوگئی تو امّت مذہبی فرقوں میں بٹ گئی جب دینؔ ، مذہبؔ میں تبدیل ہو جاتا ہے تو اس میں توحید باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ وحدتِ خالق کا عملی ظہور وحدتِ امّت (بلکہ وحدتِ انسانیتؔ) کی شکل میں ہونا ضروری ہے۔ چونکہ مذہبؔ میں فرقے ہوتے ہیں اور فرقہ بندی قرآن کی رُو سے شرک ہے اس لئے ہر مذہب شرک پر مبنی ہوتا ہے۔ جہاں فرقے ہوں سمجھ لیجئے وہاں نہ دینؔ ہے نہ توحید۔ مزعومہ شریعت بل کی بنیاد فرقوں والے 'اسلام' یعنی مذہب پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے اسے قرآن کی سند حاصل نہیں ہے اور جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ شریعت کی تدوین کے لئے قرآن کی سند بنیادی ضرورت ہے کیونکہ شریعت کو الدین کے غیر متبدّل اصولوں کی روشنی میں واضح اور نمایاں ہونا چاہیئے۔ یاد رہے کہ دینؔ قرآن حکیم کے اندر ہے اس سے باہر نہیں ہے۔ جس دن ہمارے مذہبی پیشوا اس صداقت کو تسلیم کرلیں گے کہ الدینؔ اور قرآنؔ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں، ایک ہی سکّے کے دو رُخ ہیں اسی دن سے امّت کی حالت بدلنی شروع ہو جائے گی۔

دینؔ کے حصّے بخرے نہیں ہوسکتے

اور جس دن ہم یہ بات سمجھ لیں گے کہ حیات (زندگی) ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے جس کے حصّے بخرے نہیں کئے جا سکتے۔ اس دن ہم یہ بھی سمجھ لیں گے کہ جب دینؔ، نظامِ حیات عطا کرتا ہے تو ظاہر ہے اسے بھی مختلف حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ اسے قبول کیا جائے گا تو پورے کا پورا اور مسترد کیا جائے گا تو پورے کا پورا۔ اسی لئے کہا گیا ہے :-

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ
ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ (۲/۲۰۸)

"اے جماعتِ مومنین! تم اس نظام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی مت کرو وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔"

اس کے معنی یہ ہیں کہ دینؔ کے حصّے بخرے کر دینا شیطان کا اتّباع ہے۔ دینؔ اسی صورت میں اپنے خوشگوار نتائج پیدا کرے گا جب اسے بالکلیہ اختیار کیا جائے۔ ہم نے دینؔ کو شخصی لاز اور پبلک لاز (مذہبؔ اور سیاستؔ) میں تقسیم کرکے اسے مذہب میں تبدیل کر دیا اور اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ اسلام کے نام پر حاصل کیا جانے والا یہ خطۂ ارضی، جس اضطراب و خلفشار سے اب گزر رہا ہے، یاس و نا امیدی کی جو گھٹا اس کی فضا کو اس وقت محیط ہے۔ عدمِ سکون جس حد تک اب عام ہو رہا

ہے۔ حال جس قدر تاریک اور مستقبل جس قدر گھناونا نظر آرہا ہے، پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ ہم اس صاف اور واشگاف سبب پر توجہ کیوں نہیں دیتے کہ یہ سارا بگاڑ تو اللہ کی مقدس کتاب کے ساتھ مسلسل کھیل کھیلنے کی بناء پر ہے۔ کیا ہماری موجودہ افراتفری کی یہ ایک ہی علت العلل چشمِ بصیرت کے لئے کافی نہیں۔؟

آخر میں مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ مزعومہ شریعت بل، اسلام میں پیوند سازی کی ایک اور کوشش ہے۔ اسلام میں جب آئمۂ فکر وفقہ نے پیوند سازی شروع کی (یعنی جب دین میں انسانی خیالات کی آمیزش کی) تو رفتہ رفتہ اس کی یہ حالت ہوگئی کہ اصلی (ORIGINAL) اسلام کا اس میں کوئی ٹکڑا نہ رہا بسارا اسلام انہی پیوندوں کا مجموعہ بن کر رہ گیا۔ رہی سہی کسر ہمارے دستور کی" دفعہ ۲۲۷ (۱) تشریح" نے نکال دی۔ جس کی بنیاد پر اب یہ شریعت بل کھڑا کیا جارہا ہے۔ ایک بار پھر سن لیجئے! ہمارا موجودہ اسلام، منزّل من اللہ دین نہیں بلکہ انسانوں (فقہاء) کا خود ساختہ مذہب ہے۔ اس مروجہ 'اسلام' کو حقیقی اسلام میں تبدیل کرنے کے لئے ہمیں پہلے پیوندوں پر مشتمل گدڑی (جو ہمیں مذہبی پیشواؤں نے پہنا رکھی ہے) کو اتار پھینکنا ہوگا۔ کیونکہ قرآن حکیم ایمان باللہ سے پہلے کفر بالطاغوت سے منہ موڑنے کو لازمی شرط قرار دیتا ہے (۲/۲۵۶) ہمیں پہلے اپنے دل میں تبدیلی لانی ہوگی۔ اس دل کی تبدیلی کے بغیر ہمارے اندر وہ تغیرِ نفس پیدا نہیں ہوگا جس کا قرآن حکیم تقاضا کرتا ہے (۱۳/۱۱) اور جسے لائے بغیر ہماری حالت نہیں بدل سکتی۔ دوسرے الفاظ میں ہمیں اپنی تقدیر بدلنے کے لئے اپنی "خودی کو مسلمان" کرنا ہوگا۔ بقول اقبالؒ:

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے؟
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے؟
عبث ہے شکوۂ تقدیرِ یزداں!
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے؟

(ارمغانِ حجاز)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (۱۳/۱۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ــــ نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

(والسّلام)

قندِ مکرر

علامہ غلام احمد پرویزؒ

جہنّم

سخن ز نامہ و میزان دراز تر گفتی
ہزار حیف نہ بینی قیامتِ موجود

دولت ۔ قوت ۔ اقتدار اور حکومت کا نشہ انسان کو بری طرح بدمست کر دیتا ہے ۔ وہ پھر نہ قانون اور قاعدے کی پرواہ کرتا ہے ۔ نہ کسی اخلاقی ضابطہ یا انسانی قدر کا احترام ۔ قانون اور قاعدے کو منوانے والی مشینری اس کی مٹھی میں ہوتی ہے اور اس کے سواوہ کسی قوت کو تسلیم ہی نہیں کرتا جو اس کی بے راہ روی پر گرفت کر سکے ۔ ان لوگوں کو اس کا خیال تک بھی نہیں آتا کہ ان سے کوئی بازپرس کرنے والا ہے ۔ اِنَّھُمْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا (۷۸/۲۷) حالانکہ خدا کا قانونِ مکافات ان کی گھات میں ہوتا ہے ۔ اِنَّ جَھَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَادًا (۷۸/۲۱) وہ نہایت اطمینان سے اپنی سرکشی اور جرائم پیشگی میں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں تاآنکہ ان کے اعمال کے نتائج کے ظہور کا وقت آجاتا ہے اور مکافاتِ عمل کی محکم گرفت (بطش شدید) انہیں اس طرح اچانک دبوچ لیتی ہے کہ ان کے ذہن میں ہی نہیں آتا کہ ہوا کیا ۔ فَیَاْتِیَھُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ (۲۶/۲۰۲ ، ۱۶/۲۱) یہ عذاب ایسے مقام سے آتا ہے جو ان کے سان گمان میں بھی نہیں ہوتا ۔ وَاَتٰھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ (۱۶/۲۶) وہ اسے دیکھ کر بھاگنا چاہتے ہیں ۔ (فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا ھُمْ مِّنْھَا یَرْکُضُوْنَ (۲۱/۱۲) لیکن انہیں آواز دی جاتی ہے کہ لَا تَرْکُضُوْا ۔ مت بھاگو ۔ تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے ۔ وَارْجِعُوْٓا اِلٰی مَآ اُتْرِفْتُمْ فِیْہِ وَمَسٰکِنِکُمْ تم پلٹ کر وہیں چلو جہاں تم نے ہر جائز و ناجائز طریقے سے دولت سمیٹ کر اپنے عیش و عشرت کا سامان اکٹھا کیا تھا ۔ چلو انہی محلات میں جن کی تزئین و آرائش غریبوں کے خون جگر کی رنگینی سے کی گئی تھی ۔ لَعَلَّکُمْ تُسْـَٔلُوْنَ (۲۱/۱۳) چلو وہاں ، تاکہ تم سے پوچھا جائے کہ یہ مال و دولت کہاں سے آیا تھا ۔ تم سمجھتے تھے کہ تمہیں تمہاری ظلم کوشیوں اور عیش سامانیوں کے متعلق کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ۔ آج تم سے ان سب کے متعلق پوچھا جائے گا ۔ (ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (۱۰۲/۸) تم دولت کے انبار در انبار اکٹھے

رتے چلے جاتے تھے (اِنَّھُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ ۵۶/۴۵) اور اپنی سرکشی اور جرائم پیشگی پر
سرتے تھے (وَکَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَی الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ۵۶/۴۶) بجائے اس کے کہ تمہیں ارتکاب جرائم پر شرم آئے
اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں پر خوشیاں مناتے تھے اور اپنے غنڈے پن پر فخر کرتے تھے۔ (ذٰلِكُمْ بِمَا
کُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا کُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۴۰/۷۵) تمہارے سپرد ملک کا انتظام
اس لئے کیا گیا تھا کہ تم غریبوں اور محتاجوں کی روزی کا بندوبست کرو۔ لیکن تمہیں یہ اپنا فریضہ کبھی بھولے سے بھی
یاد نہ آیا۔ غریب اور نادار فاقوں مر رہے تھے لیکن تمہیں ان کا کبھی خیال تک نہ آتا تھا (وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ
الْمِسْكِیْنَ ۷۴/۴۴) تم انہیں محض اپنی تقریروں سے خوش کر دیا کرتے تھے۔ تم بیانات دینے اور منصوبے
(PLANS) بنانے میں بڑے ماہر تھے (تم سمجھتے تھے کہ محض باتیں بنانے سے ملک کے حالات سدھر جائیں
گے۔ (وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ ۷۴/۴۵) تم عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ایک تنکا بھی نہیں توڑا کرتے
تھے لیکن چاہتے یہ تھے کہ لوگ تمہاری تعریف و توصیف کے سپاسنامے تمہاری خدمت میں پیش کریں اور
زندہ باد کے نعروں سے آسمان کو تھرتھرا دیں (وَیُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا ۳/۱۸۸) تم ملک کا
انتظام کرنے کی بجائے اپنی دولت سمیٹنے کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے تھے اور جو کچھ ہاتھ لگتا اسے تجوریوں میں
جمع کر کے اس پر تالے نہیں مہریں لگا دیا کرتے تھے (وَجَمَعَ فَاَوْعٰی ۷۰/۱۸) ہوس اقتدار اور خواہش زر
اندوزی میں تم ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا چاہتے تھے اور اس میدان سابقت، اس (RACE
COURSE) کا کوئی آخری کنارہ ہی نہ تھا۔ جہاں پہنچ کر تم رک جاتے (اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى
زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۱۰۲/۱-۲) تم اس نشہ میں اس قدر بدمست ہو رہے تھے کہ تمہیں اس کا احساس تک
نہیں ہوتا تھا کہ جو کچھ تم اس طرح جمع کرتے چلے جاتے ہو وہ مال و دولت نہیں، جہنم کی آگ ہے جس سے تم اپنے
پیٹ بھر رہے ہو۔ (اُولٰٓئِكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ ۲/۱۷۴) اگر تمہاری آنکھوں پر سے
تھوڑی سی چربی بھی ڈھل جاتی تو تم جہنم کی آگ کا فوراً مشاہدہ کر لیتے۔ (لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا
عَیْنَ الْیَقِیْنِ ۱۰۲/۶-۷) اس لئے کہ یہ جہنم کہیں دور نہ تھی۔ تمہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی۔ (وَ
اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌ بِالْكٰفِرِیْنَ ۹/۴۹) تم ایک ثانیہ کے لئے بھی اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتے
تھے (وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ ۸۲/۱۶) تم دولت سمیٹ سمیٹ کر اپنے BANK BALANCES
کا حساب کیا کرتے تھے (جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۱۰۴/۲) اور مطمئن تھے کہ یہ دولت تم پر کوئی آنچ نہیں آنے
دے گی۔ (یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ ۱۰۴/۳) اب دیکھو کہ یہی نوٹوں کے بنڈل کس طرح وہ آگ بھڑکاتے
ہیں جس کے شعلے تمہارے دلوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے (نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ

عَلَى الْأَفْئِدَةِ (۱۰۴/۷) اب اس آگ میں ان روپیوں کو تپایا جائے گا جو تمہاری تحویل میں اس لئے دیئے گئے تھے کہ تم انہیں فلاح عامہ کے لئے صرف کرو۔ لیکن تم نے انہیں اپنے باوا کی میراث سمجھ کر اپنے خزانے بھر لئے۔ انہیں تپایا جائے گا اور ان سے تمہیں داغ دیا جائے گا۔ (يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ (۹/۳۵) یہ اس لئے کہ اس کلنک کے ٹیکے سے تم دور سے پہچانے جاؤ کہ تم جرائم پیشہ ہو اور کسی شریف معاشرے میں رہنے کے قابل نہیں ہو۔ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ (۵۵/۴۱) تم کام تو کرتے تھے غنڈوں اور بدمعاشوں والا لیکن معاشرے میں بڑے شریف اور معزز بنے رہتے تھے۔ اب تمہارا حقیقی چہرہ، جس پر ذلت اور رسوائیوں کی سیاہی چھا رہی ہے، بے نقاب ہو جائے گا۔ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ... كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا (۱۰/۲۷) اور تمہیں اس سے کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔ (وَمَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ (۱۰/۲۷)

تم اگر چاہو کہ دنیا بھر کی دولت دے کر بھی اپنے کئے کی سزا سے بچ جاؤ تو ایسا نہیں ہو سکے گا۔ نہ ہی تمہاری جگہ تمہارا کوئی عزیز رشتہ دار تمہاری سزا بھگت سکے گا۔ جس نے کیا ہے، اس کو بھگتنا پڑے گا۔ (يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ. وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنجِيهِ. كَلَّا ... (۷۰/۱۱-۱۳) نہ ہی اب کسی کی سفارش چل سکے گی (فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ (۷۴/۴۸) تمہارا یہ خیال بھی خام ہے کہ تمہارا کوئی عزیز رشتہ دار، یا دوست تمہاری جگہ پھانسی کا رسہ اپنے گلے میں ڈال کر تمہیں چھڑا لے گا۔ اس بکھیڑا دھکڑی میں کوئی دوست دوسرے دوست کو نہیں پہچانے گا۔ (وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا (۷۰/۱۰) تم یہ بھی نہ سمجھو کہ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کا ہمیں ثبوت نہیں ملے گا۔ تمہارا اعمال نامہ ہمارے پاس ہے لو! اسے خود پڑھ لو۔ (اقْرَأْ كِتَابَكَ. كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (۱۷/۱۴) اگر گواہیوں کی ضرورت ہو تو تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارے خلاف گواہی دیں گے۔ (الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (۳۶/۶۵) تم سمجھتے ہو کہ جو سمگل کیا ہوا سونا تم نے چھپا کر رکھا ہے وہ کسی کو نہیں مل سکتا۔ ہمارے پاس اس کا بھی علاج ہے۔ تم اگر اپنے جرم سے انکار کرتے ہو تو تمہیں ایسے کپڑے پہنائے جائیں گے جس سے تمہارا جسم جھلس جائے۔ ہنٹر مار مار کر تمہاری کھال ادھیڑ دی جائے گی۔ تمہارے سر پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے تمہارا چھپایا ہوا سونا پگھل کر باہر آ جائے گا۔ تم سمجھے کیا ہو؟ (فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ. يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ

وَالْجُلُوْدُ۔ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ (۲۲/۱۹-۲۰) جب تمہیں اُلٹا لٹکایا جائے گا تو سب نگلا ہوا اُگل دو گے۔ (يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ (۳۳/۱۱))

حکم دیا جائے گا کہ اسے گرفتار کرلو کہیں بھاگ نہ جائے۔ اس کے گلے میں طوق، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالو اور اسے جہنم میں پہنچا دو۔ (خُذُوْهُ۔ فَغُلُّوْهُ۔ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ۔ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ... مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ .. (۲۵/۱۳)) خود نہیں جاتا تو اسے گھسیٹ کر لے جاؤ۔ (خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ إِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيْمِ۔ (۴۴/۴۷)) جس طرح جانوروں کو ہانک کر لے جاتے ہیں (وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ إِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (۱۹/۸۶)) یہ خطرناک قسم کا مجرم ہے۔ اس لئے اس پہ ایسے داروغے مقرر کرو جو مضبوط اور سخت قسم کے واقعہ ہوں۔ (عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ۔ (۶۶/۶)) ایسے کہ جو کچھ ان سے کہا جائے اس کے مطابق فوراً عمل کریں اور اس میں ذرا بھی کوتاہی یا سرتابی نہ کریں۔ (لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ (۶۶/۶))

جہنم میں اس قدر چیخ و پکار ہو گی کہ کوئی دوسرے کی بات نہیں سن سکے گا۔ (لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ (۲۱/۱۰۰)) جہنم تو سب کے لئے ایک ہی ہوگا لیکن جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف مجرموں کے لئے داخلے کے دروازے مختلف ہوں گے (وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِيْنَ۔ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ۔ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (۱۵/۴۴)) سنگین مجرموں کو اس میں بھی بیڑیوں میں جکڑ کر رکھا جائے گا۔ (إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا (۷۳/۱۲)) کھانے کے لئے وہاں جو کچھ ملے گا وہ حلق میں اٹک کر رہ جائے گا۔ نہ اُگلا جائے نہ نگلا جائے۔ (وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ (۷۳/۱۳) نیز (۱۴/۱۶)) ایسا کہ جس سے نہ شکم سیری ہو۔ نہ ہی وہ جزو بدن بن سکے (لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ (۸۸/۷)) بڑے بڑے معززین حرام کی کمائی سے ناز و نعمت میں پلے تھے اس کھانے کو دیکھ کر تلملا اٹھیں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ تم مجرم ہو کر سوسائٹی میں بڑے شریف اور معزز بنتے تھے اب تمہیں یہ ذلت کی روٹی کھانی ہوگی (ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ۔ (۴۴/۴۹-۵۰)) وہ عذاب اور یہ روٹی چند دنوں میں ان کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دے گی (لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (۷۴/۲۸)) وہ ساری چربی پگھلا کر رکھ دے گی جو مفت کی کھا کھا کر چڑھائی گئی تھی (لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ (۷۴/۲۹)) غرضیکہ حالت وہاں یہ ہوگی کہ ان کا شمار نہ مُردوں میں نہ زندوں میں ہوگا (لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (۸۷/۱۳)) یوں تو انہیں ہر طرف سے موت آتی دکھائی دے گی لیکن اس سے ان کی جان نہیں نکلے گی (وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ (۱۴/۱۷) نیز (۳۵/۳۶)) وہ ناک سے لکیریں نکالیں گے کہ اگر ہمیں اس عذاب سے کسی طرح چھٹکارا مل جائے تو اس کے بعد ہم کبھی وہ کچھ نہیں کریں گے جس کی پاداش میں ہمیں یہ سزا ملی ہے۔ لیکن ان کی یہ معذرت قبول

نہیں کی جائے گی۔ (رَبَّنَآ اَخۡرِجۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا غَيۡرَ الَّذِیۡ كُنَّا نَعۡمَلُ ۳۵/۳۷) جہنم سے چھٹکارا ملنا تو ایک طرف اس کے عذاب میں تخفیف تک نہیں کی جاوے گی۔ (وَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمۡ مِّنۡ عَذَابِهَا ۳۵/۳۶) ان سے کہہ دیا جائے گا کہ جنہوں نے غریبوں پر اس قدر ظلم ڈھائے ہوں، ان کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہو سکتا۔ (فَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ نَّصِيۡرٍ ۳۵/۳۷)

اکیلے اکیلے مجرموں کے بعد پھر جتھوں۔ گروہوں، اور پارٹیوں کی باری آئے گی۔ یہ گروہ اور پارٹیاں، ان تمام جرائم میں ایک دوسرے کی ہمراز اور دمساز تھیں۔ لیکن اب ان کی یہ کیفیت ہو گی کہ جب کوئی ایک پارٹی جہنم میں داخل ہو گی وہ دوسری پارٹی پر لعنت بھیجے گی (كُلَّمَا دَخَلَتۡ اُمَّةٌ لَّعَنَتۡ اُخۡتَهَا ۷/۳۸)

وہاں سب پارٹیاں اکٹھی ہو جائیں گی۔ ان میں ان کے سرغنے (RING LEADERS) بھی ہوں گے اور ان کے پیچھے چلنے والے، ان کے ایجنٹ، گماشتے اور کارندے بھی۔ یہ پیچھے چلنے والے کہیں گے کہ ہمیں ان لیڈروں نے دھوکا دیا۔ اس لئے انہیں دوہری سزا ملنی چاہیئے۔ (قَالُوۡا رَبَّنَآ اِنَّاۤ اَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوۡنَا السَّبِيۡلَا۔ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمۡ ضِعۡفَيۡنِ مِنَ الۡعَذَابِ وَالۡعَنۡهُمۡ لَعۡنًا كَبِيۡرًا ۳۳/۶۷-۶۸) یہ لیڈر اپنے متبعین سے کہیں گے کہ کیوں باتیں بناتے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ قانون کا تقاضا کیا ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی کے نتائج کیا ہوا کرتے ہیں؟ اگر تمہارے دل میں قانون شکنی اور مفاد پرستی کا جذبہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں ان جرائم پر کیسے آمادہ کر سکتے تھے؟ اس لئے اس میں ہمارا کیا قصور۔ تم خود مجرم تھے اور مجرم ہو۔ (قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ الۡهُدٰى بَعۡدَ اِذۡ جَآءَكُمۡ بَلۡ كُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِيۡنَ ۳۴/۳۲) ان کے متبعین ان سے کہیں گے کہ یہ ٹھیک ہے کہ ہم ارتکابِ جرم میں تمہارے ساتھ برابر کے شریک تھے۔ بلکہ بالفاظ صحیح، تمہارے آلہ کار تھے، لیکن یہ بتاؤ کہ تم جس قسم کے مکر و فریب کے جال دن رات بنتے رہتے تھے، جس قسم کی تدبیریں صبح شام سوچتے رہتے تھے جس قسم کی سازشوں میں مصروف تگ و تاز رہتے تھے، ہم جیسوں کے بس کی بات تھی کہ اس میں پھنس نہ جاتے یا تمہاری سازشوں میں شریک ہونے سے انکار کر دیتے؟ ہماری کیا مجال تھی کہ تم کسی بات کا حکم دیتے اور ہم اس سے انکار کر دیتے؟ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا بَلۡ مَكۡرُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ اَنۡ نَّكۡفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجۡعَلَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا ۳۴/۳۳) غرضیکہ ان میں بڑے جھگڑے ہوں گے۔ آخر الامر، ان لیڈروں کے متبعین ان سے کہیں گے کہ چھوڑو اور سب باتوں کو۔ اب کچھ ایسی تدبیر کرو جس سے اس سزا میں کچھ کمی ہو جائے ورنہ ہم تو یہیں ختم ہو جائیں گے (فَيَقُوۡلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُنَّا لَـكُمۡ تَبَعًا فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ عَنَّا نَصِيۡبًا مِّنَ النَّارِ ۴۰/۴۷)

وہ لیڈر کہیں گے کہ ہم خود تمہارے ساتھ پھنسے ہوئے ہیں اس لئے ہم تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں۔ یہاں لیڈر اور عامی میں کوئی فرق نہیں۔ اب کوئی کسی کے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ (قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۔۔۔ (۴۸/۴۰) اب چیخنے چلانے سے کچھ حاصل نہیں۔ اب تو اس عذاب کو جھیلنا ہی پڑے گا۔ اب گریز کی کوئی راہ نہیں۔ (سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ (۲۱/۱۴) اس وقت تمہارے مقابلہ میں ہماری پوزیشن اس لئے بڑی تھی کہ ہمارے پاس دولت زیادہ تھی اور حکومت ہمارے ہاتھ میں تھی۔ لیکن تمہیں معلوم ہے کہ نہ تو ہمارا مال و دولت کسی کام آسکا ہے اور نہ ہی ہمارا وہ غلبہ و اقتدار باقی رہا ہے (مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۚ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ (۲۹-۲۸/۶۹) جب انقلاب میں اونچے اونچے محلوں والے سر کے بل نیچے گرتے ہیں تو ان کا جمع کردہ مال ان کے کسی کام نہیں آیا کرتا (مَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى (۹۲/۱۱))

یہ حالت ہوگی تو ان کی جو گرفتار ہونے کے بعد اپنے کئے کی سزا بھگت رہے ہوں گے۔ جن کی باری ابھی آنے والی ہوگی وہ انہیں دیکھ دیکھ کر کانپ رہے ہوں گے۔ وہ ہزار چاہیں گے کہ کہیں بھاگ کر چلے جائیں لیکن اس سے بچ کر جانے کی کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ (وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا (۵۳/۱۸)) ان سے کہا جائے گا کہ تمہیں چند دنوں کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس مدت کے اندر اندر اپنے جرائم کا اقبال کر لو اور اسطرح خود ہی الگ نکل کر کھڑے ہو جاؤ۔ (وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (۵۹/۳۶)) اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر ایک ہانکنے والے اور ایک نگرانی کرنے والے کے "جلو" میں تم بھی وہیں پہنچا دیئے جاؤ گے جہاں دوسرے مجرم پہنچ چکے ہیں۔ (وَجَاۗءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاۗىِٕقٌ وَّشَهِيْدٌ (۲۱/۵۰)) یاد رکھو۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ ہو کر رہے گا۔ اب وہ پہلا وقت نہیں کہ قانون کی پکار ایک خالی دھمکی بن کر رہ جایا کرتی تھی۔ اب ہر تنبیہہ (WARNING) حقیقتِ ثابتہ بن کر سامنے آجائے گی۔ لیکن یہ کچھ دھاندلی سے نہیں ہوگا۔ عین حق و صداقت کے مطابق ہوگا۔ (مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۲۹/۵۰)) تمہیں تمہارے کئے کی سزا ملے گی (اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۵۲/۱۶))

باقی رہے شریف، آدمی سو ان کے لئے ڈرنے اور گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ (لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۳۸/۲))

محمد ارمغان ثاقب

شریعت بل میں سُنّتِ رسولؐ سے انحراف کی مذموم کوشش

حال ہی میں پاکستان کے سینٹ نے جو شریعت بل پانچ سال کے غور و خوض کے بعد پاس کیا ہے، اس میں شریعتِ اسلامی کے نام پر سنّتِ رسول سے انحراف کی مذموم کوشش کی گئی ہے۔ جب یہ بل ۱۳، جولائی ۱۹۸۵ء کو سینیٹ میں پیش کیا گیا تھا تو اس میں سنّت کی جو متفقہ تعریف کی گئی تھی اب اسے بدل دیا گیا ہے۔ کیونکہ شریعت بل کے علمبرداروں کا اصل مقصد کتاب و سنّت کا نام لے کر ملک میں حنفی فقہ رائج کرنا ہے۔ اور سنّت کی پہلی والی تعریف کی روشنی میں ایسا کرنا ممکن نہیں تھا لہٰذا اب اسے بدل دیا گیا ہے۔ آئندہ سطور میں یہ دکھایا جائے گا کہ ہمارے علماء حضرات سنّتِ رسولؐ سے انحراف تو خود کرتے ہیں لیکن عوام کو بے خوف بنانے کے لئے اس کا الزام طلوعِ اسلام کے سر تھوپتے ہیں۔

اس وقت جو شریعت بل سینیٹ کی جانب سے پاس کیا گیا ہے اس کے مقاصد اس کے شروع میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ بل کی شق ۲ ذیلی دفعہ (الف) کے تحت یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ :-

> "ہمارے اصل راہنما ماخذ قرآن و سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بل کا اصل مقصد قرآن و سنّت کی بالادستی قائم کرنا ہے۔ اس لئے شریعت کمیٹی کا اصل ہدف قرآن و سنّت کی بالادستی قائم کرنے کے لئے ایسا مسودہ تیار کرنا ہے جس کے ذریعے یہ مقصد حاصل ہو سکے اور قیام پاکستان کے اصل مقاصد کے حقیقی تقاضے پورے ہونے کا عمل شروع ہو سکے۔"

جہاں تک قرآنِ مجید کا تعلق ہے۔ مختلف اسلامی فرقوں کے نزدیک اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، سب کے نزدیک ایک ہی قرآن مجید ہے۔ البتہ سنّت کی تعریف کے بارے میں مختلف فرقوں کے درمیان بنیادی اختلاف ہے۔ یہاں تک کہ مختلف فرقوں کی سنّت کو بیان کرنے والی کتب حدیث بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مثلاً فقہ جعفریہ کے پیروکاروں کے نزدیک سنّتِ رسول کو بیان کرنے والی صرف ایسی احادیث صحیح ہیں جو ائمہ اہلِ بیت سے روایت کی گئی ہوں۔ جبکہ اہل سنّت کے قریب ایسی کوئی قید نہیں۔ اس لئے ان کی کتب حدیث، فرقہ جعفریہ کی کتب حدیث سے بالکل مختلف ہیں۔ پھر

اہل سنّت کے نزدیک بھی "سنت" کی تعریف پر اتفاق نہیں۔ اسی اختلاف کے نتیجے میں امّت مسلمہ میں بہت سے فرقے وجود میں آ گئے۔ ان تمام فرقوں کے نزدیک عملاً سنت سے مراد سنّتِ رسولؐ نہیں بلکہ ان کے فرقوں کے بانیوں کی مرتّب کردہ فقہ ہے جس کی وہ پیروی کرتے ہیں۔ مثلاً ہمارے ملک میں لوگوں کی اکثریت حنفی فقہ کی پیروکار ہے ان کے نزدیک سنّتِ رسولؐ سے مراد حنفی فقہ ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ تو اس سلسلے میں اسلامی نظام کے علمبرداروں سے بار بار یہ سوال کیا گیا تھا کہ ان کے نزدیک سنّت سے کیا مراد ہے۔ ان میں سے اکثر نے یہ وضاحت کی کہ ان کے نزدیک سنّت کی وہی تعریف معتبر ہوگی جو ہر فرقہ کے آئمہ فقہ سے منقول ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان کے نزدیک سنّتِ رسولؐ سے عملاً مراد ہر فرقے کی اسلامی فقہ تھی۔ پھر تکلیف دہ بات یہ تھی کہ ہر فرقہ کی فقہ مختلف تھی اس لئے مختلف مسائل کے بارے میں ان فرقوں میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے اپنے فرقوں کو حق پرست قرار دیتے ہوئے دوسرے فرقے کے لوگوں پر کفر کے فتوے لگانے شروع کئے۔ یہ تمام صورتِ حالات شریعت بل کے مجوزین کے سامنے تھی۔ چنانچہ اس اختلاف سے بچنے کے لئے انہوں نے بل میں سنّتِ رسولؐ کی ایسی تعریف متعیّن کرنے کی کوشش کی جو سب فرقوں کے نزدیک قابلِ قبول ہو۔ اس بل کی شق ۲ میں سنّت کی یہ تعریف کی گئی تھی :-

> "قرآن و سنّت کی ایسی تعبیر، جو ائمۂ اہل بیت عظام، صحابہ کرام، معروف فقہاء اور شریعتِ اسلامی کے اصولوں کے مطابق ہو۔"

ظاہر ہے کہ سنّت کی یہ تعریف، مختلف فرقوں کے اختلاف سے بچنے کے لئے کی گئی تھی لیکن عملاً یہ ناقابلِ عمل تھی کیونکہ مختلف فرقوں کے درمیان، اس کی عملی تعبیر میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ اسی دوران شریعت بل کے مجوزین نے ایک ایسا دعویٰ کر دیا کہ جس کے نتیجے میں بل میں پیش کردہ سنّت کی تعریف مشکوک ہوگئی، وہ یوں کہ بل کے علمبرداروں میں سے بعض نے یہ دعویٰ کر دیا کہ شریعت بل کے منظور ہوتے ہی پاکستان میں عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء کو ختم کر دیا جائے گا۔

اس دعویٰ کے جواب میں معاشرے کے مختلف طبقات کی جانب سے پرائیویٹ بل کی مخالفت ہونے لگی اور یہ مخالفت اس حد تک بڑھی کہ خود بل کے علمبردار اس سے گھبرا گئے۔ حکومت نے اس مخالفت سے بچنے کے لئے آئین میں نویں ترمیم کا بل پیش کر دیا۔ جس میں عائلی قوانین کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ کار سے باہر رکھنے کی ضمانت دی گئی تھی۔ خود شریعت بل کے علمبرداروں نے حکومت کی

جانب سے پیش کردہ اس نویں ترمیم کو شریعت بل کے قائم مقام دستاویز تسلیم کر لیا تھا اور سنت کی اپنی متعین کردہ تعریف سے انحراف کر لیا تھا۔

مجوزہ شریعت بل میں سنت کی جو تعریف متعین کی گئی تھی اس کے ناقابلِ عمل ہونے کے بارے میں عائلی قوانین کی ایک اہم شق پر مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اختلاف کو ایک مثال سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی شریعت نے میاں بیوی میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں انہیں ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس مقصد کے لئے ایک ایسا مفید طریق کار وضع کیا ہے جس کے مختلف مراحل میں زوجین کے درمیان صلح کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ میاں بیوی میں ناچاقی کی صورت میں دونوں کے خاندان والے لوگ ان کے درمیان صلح کروانے کی کوشش کریں لیکن اگر ان کی کوششیں ناکام ہو جائیں اور زوجین میں علیحدگی کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے تو اس صورت میں مرد عورت کو اس کی پاکیزگی کی حالت میں ایک طلاق دے سکتا ہے۔ اگر ایک طلاق دینے کے بعد اسے شرمندگی کا احساس ہو تو وہ اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ اسی طرح وہ دوسری طلاق، دوسرے مہینے اور تیسری طلاق تیسرے مہینے دے گا۔ تیسری طلاق کے بعد، اگر مصالحت کی کوشش نہ ہوگی تو عدت کی مدت گزر جانے کے بعد طلاق موثر ہو جائے گی۔

جب بعد میں ملوکیت نے اسلامی خلافت کی جگہ لے لی تو اس نے اپنے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے اسلامی تعلیمات میں بہت سی بدعات کو رواج دیا۔ ان بدعات میں سے ایک زمانۂ جاہلیت کے طریقہ طلاق کو دوبارہ رائج کرنا تھا۔ اس طریقے کے مطابق کوئی بھی مرد کھڑے کھڑے تین دفعہ طلاق کا لفظ کہہ کر اپنی بیوی کو اپنے سے علیحدہ کر سکتا تھا۔ حنفی فقہاء چونکہ سرکاری عہدوں پر متمکن تھے اس لئے حکمرانوں نے ان کا تعاون حاصل کر کے، زمانۂ جاہلیت کی اس طلاق کو، خالص اسلامی قرار دینے کا فتوےٰ حاصل کر لیا۔ لیکن جعفریہ فقہ کے ائمہ اہلِ بیت عظام نے طلاق کے اس غیر اسلامی طریقے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ طلاق کا یہ طریقہ سنتِ رسولؐ کے خلاف ہے اس لئے غیر اسلامی اور لغو ہے۔ اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ہمارے ملک کا فرقہ اہلِ حدیث بھی ایک حدیثِ نبویؐ سے استدلال کرتے ہوئے طلاق کے اس غیر اسلامی طریقے کو قرآن و سنت سے مذاق قرار دیتا ہے۔ مودودی صاحب بھی شروع میں ایسا ہی سمجھتے تھے۔ طلاق کے اس غیر اسلامی طریقے کی وجہ سے، اسلامی ممالک میں لاکھوں گھرانوں کا سکون برباد ہو

رہا تھا۔ چنانچہ پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک میں طلاق کے اس غیر اسلامی طریقے کو ختم کر کے طلاقِ سنّت کو رائج کر دیا گیا۔ جو ائمہ اہلِ بیت اور اہلِ حدیث علماء کے نزدیک سنّتِ رسولؐ کے عین مطابق تھا۔ لیکن حنفی فقہ کے علمبردار علماء نے اس سنّتِ رسولؐ کو اس بناء پر تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ حنفی فقہ کے خلاف ہے اور اس کی دلیل یہ دی کہ اس ملک کے باشندوں کی عظیم اکثریت حنفی ہے۔ ان باشندوں کو جو اعتماد، امام ابوحنیفہؒ اور مذہب حنفی کے ائمہ و فقہاء کے علم و تقویٰ پر ہے وہ اعتماد آج کل کے قانون سازوں پر نہیں۔

(عائلی قوانین پر علماء کے اعتراضات صفحات ۱۸، ۱۹)

مختصر یہ کہ شریعت بل کے علمبرداروں کے نزدیک سنّت سے مراد عملاً حنفی فقہ ہے، اور وہ اس کی کوئی ایسی تعریف تسلیم کرنے کو تیار نہیں جو حنفی فقہ کے خلاف ہو۔ چاہے وہ صحابہ کرامؓ آئمہ اہل بیت عظام اور اہلِ حدیث علماء کے نزدیک خالص سنّت ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ اوپر والی مثال سے ظاہر ہوتا ہے۔ شریعت بل کے پہلے مسودے میں سنّت کی جو تعریف متعین کی گئی تھی اس کی روشنی میں حنفی فقہ کو ملکی قانون نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ اس لئے بل کے نئے مسودے میں سنّت کی پہلی تعریف کو ختم کر کے اسے مبہم رہنے دیا گیا ہے لیکن بعد میں اس کی وہ تعریف بھی بیان کر دی جس کے مطابق ان کے نزدیک سنّتِ رسولؐ سے مراد عملاً حنفی فقہ ہے اس بارے میں بل میں یہ وضاحت کی گئی ہے:-

> "کمیٹی پورے خلوص سے اس امر کا اہتمام کرے گی کہ ایسا مسودہ تیار کرے جس میں اصولوں سے انحراف کئے بغیر ملک کی آبادی کے زیادہ سے زیادہ افراد کی تائید ہو سکے۔ البتہ شریعت اور جمہوریت کے اس اصول کا احترام ناگزیر ہے کہ اگر کسی امر پر کوشش کے باوجود اتفاق رائے نہ ہو سکے تو پھر غالب اکثریت کی رائے کو ترجیح دی جائے گی اور کسی اقلیتی رائے کی بناء پر غالب اکثریت کی رائے کو غیر مؤثر نہیں کیا جائیگا۔"

اس وضاحت سے یہ تلخ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ ـــــــ شریعت بل کے علمبرداروں کے نزدیک سنّتِ رسولؐ سے مراد عملاً حنفی فقہ ہے کیونکہ اس ملک میں اسی فقہ کے پیروکاروں کی اکثریت ہے۔ بل کے مطابق، جمہوریت کے اصول کا جو حوالہ دیا گیا ہے اس کا مقصد و مسلک ملک میں عوام کی اکثریت کی فقہ یعنی حنفی فقہ کو اسلامی قانون کے طور پر نافذ کرنا ہے۔ بل کے مجوزین اور علمبردار

اگر ملک میں واقعی شریعتِ اسلامی کے نفاذ کے بارے میں مخلص ہیں، تو پھر انہیں حنفی فقہ کے ان مسائل پر جو قرآن و سنّت کے خلاف ہیں اور جن میں سے ایک کی مثال اوپر پیش کی جا چکی ہے، ان پر اصرار کرنے کی بجائے یہ اعلان کرنا چاہیئے کہ وہ اس فقہ کی ایسی تشریحات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اس سلسلے میں انہیں اپنے اخلاص کا ثبوت دینے کے لئے یہ اعلان کرنا ہوگا کہ عائلی قوانین جنہیں موجودہ دور کے تمام اسلامی ممالک کے جید علماء سنّتِ رسولؐ کے مطابق قرار دیتے ہیں، وہ بھی سنّتِ رسولؐ کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔ چاہے ان کی کچھ شقیں حنفی فقہ کے خلاف ہوں۔ اگر وہ ایسا اعلان کرنے پر تیار نہیں تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ وہ اس ملک میں شریعتِ اسلامی کے نفاذ کے بارے میں مخلص نہیں۔

ان تفصیلات سے قارئینِ طلوعِ اسلام پر یہ حقیقت واضح ہوگئی ہوگی کہ سنّتِ رسولؐ سے انحراف تو یہ حضرات خود کرتے ہیں اور لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے اس کا الزام طلوعِ اسلام پر دھرتے ہیں۔ بد دیانتی کی اس سے بدترین مثال ہو نہیں سکتی۔

طلوعِ اسلام

کوئی نیا فرقہ نہیں بنانا چاہتا۔ فرقہ بنانا قرآنِ کریم کی رُو سے شرک ہے۔

طلوعِ اسلام کوئی نیا مذہب ایجاد کرنا نہیں چاہتا۔ اس کا ایمان ہے کہ قرآن کریم تمام نوعِ انسانی کے لئے واحد، مکمل اور آخری ضابطۂ حیات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری نبی اور رسول ہیں اور اسلام ہی خدا کا سچا دین ہے۔

محمد اختر جاوید
برمنگھم ۔ انگلینڈ

تعمیرِ ملّت

تعمیرِ ملّت کی اساس فکر و تدبّر ہے جو تعلیم سے پیدا ہوتا ہے ۔ تعلیم سے مراد صرف پڑھ لکھ لینا ہی نہیں اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ سکولوں میں بچوں کو کس طریق یا ڈھنگ سے پڑھایا جائے ۔ بلکہ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ انہیں کیا پڑھایا جا رہا ہے ۔ کیا وحیٔ خداوندی کی روشنی میں بچوں کو تعلیم و تربیت دی جا رہی ہے یا آزادیٔ فکر کے نام پر انہیں حیوان بنایا جا رہا ہے ۔ جس کے مظاہرے ہنگاموں کی صورت میں معاشرے میں عام نظر آتے ہیں ۔ آزادی کا یہ مطلب نہیں کہ جو جس کے منہ میں آئے کہتا رہے ۔ کسی قسم کی پابندی ہو نہ بات کہنے کا کوئی معیار ۔ فکر و تدبّر کے بغیر بات کرنا آزادی نہیں حیوانیت ہے ۔ اقبالؒ کہتے ہیں :

ع　ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

وحیٔ خداوندی کی تعلیم کے بغیر افکار خام رہ جاتے ہیں ۔ ان خام افکار کے حامل افراد کو بعض سیاستدان اپنی ابلیسی سیاست کی پشت پناہی سے اشتعال دلا کر ملک میں فساد ، ہنگامے اور توڑ پھوڑ کراتے ہیں ۔ یوں جن جوانانِ قوم نے ملک و ملّت کا سرمایہ بننا ہوتا ہے ۔ وہ معاشرتی برائیوں میں پھنس جاتے ہیں ۔ ایسی تعلیم دے کر بچوں کو ذلیل و خوار کرنا قرآنِ کریم کی رُو سے ان کو قتل کر دینا ہے ۔ ۶۰/۱۲ ، ۱۷/۳۱ ، ۲/ ۱۳۷ ، ۱۴۰ ، ۱۵۲ ۔

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ بچوں کو جس قسم کی تعلیم دی جائیگی ، مستقبل میں اسی قسم کی قوم ابھرے گی ۔ حصولِ پاکستان کے بعد ہم نے اپنے بچوں کو جو تعلیم دی اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے ۔ آج ملک میں جو ہنگامہ آرائی اور قتل و غارت گری بپا ہے اس میں ہم خود ہی قصور وار ہیں ۔ ہم نے اپنے بچوں کو صحیح تعلیم و تربیت سے محروم رکھ کر ایسا بنا دیا ہے ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے قانونِ مکافاتِ عمل کے مطابق جو بویا ہے وہی کاٹ رہے ہیں ، پھر سر پیٹنے سے فائدہ ؟ ہم صرف نام کے مسلمان باطل کی سحر آفرینیوں اور مغرب کی فسوں زدگی سے قرآنِ کریم کی تعلیم سے تو دور ہوئے تھے ، دنیا کی مروّجہ تعلیم سے بھی بے بہرہ رہے ۔ اسی وجہ سے زندگی کے ارتقا میں اقوامِ عالم سے صدیوں پیچھے رہ گئے ۔

ہماری ذمّہ داری محسنِ انسانیت رسولِ اکرمؐ کے طریقِ زندگی کو اختیار کرنا تھی ، جو قرآنِ حکیم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے ۔ بجائے اس کے ہم نے عجمی مذہب اور اہلِ فرنگ کی خرافات کو اپنی تعلیم کا ذریعہ بنا لیا اور یوں

اور لیوں مذہب کی دلدل میں پھنس کر منجمد ہو گئے۔ ہمیں مرکزی اور توازن بدوش امت بن کر اقوام عالم کا نگران بننا تھا، لیکن ہماری حالت یہ ہو گئی ہے کہ ہم مراکش سے انڈونیشیا تک ایک ارب افراد کا بحرِ ذخار ہوتے ہوئے اور دولت رکھتے ہوئے بھکاریوں کی زندگی گزار رہے ہیں۔ شاید یہ دنیا کا آٹھواں حیرت کن عجوبہ ہے۔ اس کے مقابلے میں اس انتہائی حیران کن عجوبہ کو دیکھئے کہ حضور نبی اکرمؐ اور آپؐ کے رفقائے کارؓ نے ایک بے آب و گیاہ علاقہ سے اٹھ کر قرآنی حکومت کے ذریعے اپنے زمانہ کی دو باطل سپر پاورز کو ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیا تھا۔ قرآن کا فرمان ہے کہ جب تک اذہان میں انقلاب نہ آئے خارج میں کبھی انقلاب لایا نہیں جا سکتا (۱۳/۱۱)۔ حضور نبی کریمؐ نے اسی طریقہ قرآنی سے انقلاب بپا کیا تھا۔ اگرچہ ذہنی انقلاب لانے کا مرحلہ بڑا ہی جانگداز صبر طلب اور طویل ہوتا ہے۔ چنانچہ نبوت ملنے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تیرہ سالہ مکی زندگی انہی پرخار وادیوں میں بسر کی اور وحیِ خداوندی کے مطابق عمل تزمیل سے ایسے ہم خیال و ہم آہنگ رفقاء کی جماعت تیار کی۔ جو مدینہ میں آپؐ کے ہمراہ قرآنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئی، جس نے باطل قوتوں کو شکست دی اور انسانیت کو ان کی محکومیت سے نجات دلا کر آزادی کا صحیح مفہوم واضح کیا۔

علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کو تصورِ پاکستان، قرآنی حکومت قائم کرنے کیلئے دیا تھا۔ قائدِ اعظمؒ نے اپنی مومنانہ بصیرت اور ایمان و الیقان سے پاکستان حاصل کیا۔ اب ضرورت تھی کہ قوم کے بچوں کو قرآنی اصول و احکام کی روشنی میں جدید تعلیم دی جاتی تاکہ وہ مقصدِ پاکستان یعنی قرآنی حکومت کے قیام میں اپنا حصہ ادا کر سکتے۔ اس تعلیمی مرحلہ میں پندرہ بیس سال صرف تو ہو جاتے، لیکن اس کے نتیجے میں وہ قوم تیار ہوتی جو اعلیٰ سیرت و کردار کی مالک ہوتے ہوئے ایک مثالی قوم ہوتی، جس کے جوان ستاروں پر کمندیں ڈال سکتے۔ لیکن ہمارے ہاں شروع سے ہی بچوں کیلئے ایسی تعلیم کا بندوبست نہیں کیا گیا۔ انہیں نہیں بتایا گیا کہ پاکستان کیوں بنایا گیا اور اس کے لئے ہندوستان سے آنے والے مسلم مہاجرین کو کیا کیا قربانیاں دینا پڑیں۔ ہندوؤں اور سکھوں نے کس طرح مسلمانوں کا قتلِ عام کیا اور انکی بہوؤں بیٹیوں کو اٹھا کر لے گئے۔ پاکستان کی مخالف قوتیں کون تھیں۔ وہ نہیں جانتے کہ دو قومی نظریہ سے مراد کیا ہے؟ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ کیا دینِ اسلام کا تمکن اپنی مملکت کے بغیر ہو سکتا ہے؟ ایسے بہت سے حقائق، جن کی پاکستانی بچوں کو تعلیم نہیں دی گئی۔ مثلاً قرآنی حکومت کیا ہوتی ہے! کیا اس کے بغیر مسلمان ہوا جا سکتا ہے اور کیا پاکستان کا یہی مقصد تھا؟ حضور نبی اکرمؐ اور خلفائے راشدین کی زندگی کا نقشہ کیا تھا اور مسلمان ہوتے ہوئے ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟ قومی شعور کی بیداری کیوں ضروری ہے؟ برائیوں سے انسانی ذات پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ قانونِ مکافاتِ عمل کسے کہتے ہیں؟ ایسی تمام حقیقتوں سے بچوں اور جوانوں کو باخبر رکھنا انکی تعلیم و تربیت کا حصہ تھا۔ انہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ انسانیت کے تین ازلی دشمن ہیں ا۔ فرعون، نمائندہ ملوکیت جس میں ہر غیر قرآنی حکومت، سیکولرازم اور مغرب سے درآمدہ جمہوریت وغیرہ شامل ہیں۔ ۲۔ قارون، نظام سرمایہ داری اور جاگیرداری ۳۔ ہامان، نمائندہ پیشوائیت و ملائیت۔ ان ابالیس سے انسانیت کی حفاظت کرنا مسلمانوں

کا فرض ہے اور قرآنی حکومت قائم کرنے کے لئے اس فریضہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ اس کے لئے پاکستان بنایا گیا تھا مگر ہوا یہ کہ قائدِ اعظمؒ کے بعد مملکتِ پاکستان کے اربابِ حل و عقد نے مقصدِ پاکستان کو بالکل فراموش کر دیا اور کرسیٔ اقتدار کو اپنا نصب العین بنالیا۔ قومی شعور اور فرائضِ منصبی کو ترک کر کے ہوسِ زر کے بندے بن گئے اور مفاد پرستی کا یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ معاشرہ میں برائیوں نے گھر کر لیا ہے اور مسلمانوں کی جو حالت ہوگئی ہے وہ علامہ اقبال کے ان اشعار میں نظر آتی ہے۔

میرِ سپاہ ناسزا لشکریاں شکستہ صف ۔۔۔ آہ وہ تیرِ نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف
تیرے محیط میں کوئی گوہرِ زندگی نہیں ! ۔۔۔ ڈھونڈ چکا میں موج موج دیکھ چکا صدف صدف

یہاں تک بات پہنچ چکی ہے کہ ہم صفائی اور نفاست رکھنے کا معمولی محنت کا کام بھی نہیں کرنا چاہتے۔ ہمارے پاکستان کی سڑکیں محلّے، بازار اور گھر تعفن زدہ نظر آتے ہیں۔ صفائی کا احساس ہی ختم ہوگیا ہے۔ اس پر جہالت کا یہ عالم کہ ہماری توہم پرست قوم مرادوں کے لئے مزاروں پر سجدہ ریز ہے۔

ہیبتِ آدم سے غلغلہ افلاک میں ہے
اور مسلماں ہے پیشِ خاک سرنگوں

اگر ہم پاکستانی مسلمانوں کو صحیح تعلیم ملی ہوتی تو آج ہم جہنم کے اندھیروں میں نہ بھٹک رہے ہوتے۔ تعلیم تو ایک روشنی ہے جہاں یہ ہو وہاں اندھیرا رہ نہیں سکتا اور قرآنی تعلیم ہی تعمیرِ ملت کا ذریعہ بنتی ہے لیکن ہم مسلمان جب تک مذاہب کے اندھیرے میں رہیں گے دین کی روشنی نہیں پاسکیں گے

صراطِ مستقیم از قرآں درخشندہ است ۔۔۔ ولیکن از نگاہِ مسلماں پوشیدہ است
نور نہاں است از نگاہِ خفاش فقط ۔۔۔ ایں چہ مسلماں خفاش شدہ است

طلوعِ اسلام نے

کبھی یہ نہیں کہا کہ سنّتِ رسولؐ اللہ کو نہ مانو اور سب حدیثوں کو دریا بُرد کر دو ـــــ وہ کہتا صرف یہ ہے کہ حدیثوں کی کتابوں میں صحیح حدیثیں بھی ہیں اور غلط بھی۔ جو حدیث قرآنِ کریم کے مطابق ہے وہ صحیح ہے اور جو اس کے خلاف جاتی ہے وہ غلط ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس قسم کی غلط حدیثوں کو چھوڑ دو اور صرف صحیح حدیثوں کو مانو !!

محمد رمضان قادری

اللہ کی رسی

کلامِ پاک میں مبداءِ فیض کا ارشاد ہے:۔

- اور اللہ نے تجھ پر کتاب و حکمت نازل کی۔ (۴/۱۱۳)
- کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اتاری گئی۔ (۲/۱۳۵)
- عظیم الشان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے کہ تو لوگوں کو تاریکی سے روشنی میں نکال لائے۔ (۱۴/۱)

نبی اکرمؐ کی بعثت کے وقت فرمایا!

- وہ لوگوں کو معروف کا حکم دے گا اور منکر سے روکے گا۔ (۷/۱۵۷)

اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے امت کے بارے میں فرمایا:۔

- تم وہ بہترین امت ہو جسے نوعِ انسانی کی بھلائی کے لئے کھڑا کیا گیا تمہارا فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ (۳/۱۱۰)

یہ فریضہ سرانجام دینے کے لئے پوری امت کو مخاطب کرکے کہا:۔

- مسلمانو! دیکھنا ...... تم ایمان لانے کے بعد مشرکین میں سے نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا اور خود بھی ایک فرقہ یا جماعت بن گئے۔ اس تفرقہ بازی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر گروہ اس خیال میں مگن رہتا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور باقی سب باطل پر۔ (۳۰/۳۲)

قرآنِ کریم نے بنی اسرائیل کی ذلت و خواری کا سبب یہ بتلایا کہ

- انہوں نے قوانینِ خداوندی سے سرکشی اختیار کر لی تھی۔ (۳/۱۱۱)

بنی اسرائیل کی بے راہرویوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا:۔

- جب انہوں نے ٹیڑھی راہیں اختیار کرلیں تو خدا (کے قانونِ مکافاتِ عمل) نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور خدا نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۵/۱۱۱)

پھر فرمایا:۔

- لوگوں پر تباہیاں ان کے اپنے اعمال کی وجہ سے آتی ہیں۔ (۲/۷۹)

● ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں گروی ہے (یعنی اس نے اپنے اعمال کے بدلے میں اپنے آپ کو رہن کر دیا ہوا ہے) اے نوعِ انسان! تم اگر گناہ کرو گے (قوانینِ خداوندی سے سرکشی برتو گے) تو اس کا نقصان تمہاری اپنی ذات کو ہوگا۔ (۴/۱۱۱)

● (اگر ہمارا قانونِ مہلت کارفرما نہ ہوتا) ظلم و استبداد کی بناء پر لوگوں کی گرفت فوراً ہو جایا کرتی، تو صفحۂ ارضی پر کوئی چلنے والا (انسان) نظر نہ آتا۔ لیکن خدا ایسا نہیں کرتا بلکہ ان کے ــــــ انجام کو ایک مدت کے لئے موخر کر دیتا ہے۔ جب یہ مہلت کا وقفہ ختم ہو جاتا ہے تو پھر ان کی تباہی میں نہ ایک ثانیہ کی دیر ہوتی ہے نہ سویر۔ ان کے اعمال کا آخری فیصلہ کُن نتیجہ ہے ان کے سامنے آجاتا ہے۔ (۱۶/۶۱)، (۳۵/۴۵)

● اگر کتاب (ضابطۂ قوانین) کے بعض حصّوں کو مانو گے اور بعض سے انکار کر دو گے تو اس سے دنیا میں ذلیل و خوار ہو گے اور آخرت میں عذاب شدید میں مبتلا۔ (۲/۸۵)

ــــــ (گویا قرآنی احکام سے دانستہ چشم پوشی بھی انکار کے مترادف ہوتی ہے) ــــــ

● جو شخص اپنے آپ کو اس راہنمائی سے محروم کر لے اس کو دنیا میں کوئی بھی سیدھا راستہ نہیں دکھا سکتا۔ (۳۹/۲۳)

● جو لوگ اپنے کانوں میں ڈاٹ لگا کر بہرے بن جائیں انہیں کس طرح بات سنائی جا سکتی ہے۔

اندھی تقلید کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا:-

● اگر تم اس قسم کے انبوہ کا اتّباع کرو گے تو وہ تمہیں خدا کے راستے سے گمراہ کر دیں گے یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ (۶/۱۱۷)

دین میں تفرقہ مذہبی فرقوں سے پڑتا ہے اور اس کی زندہ شہادت وہ تفرقہ ہے جو موجودہ فرقوں کی وجہ سے امّت میں پیدا ہو چکا ہے اس فرقہ بندی کو قرآن نے شرک، کفر اور رسول اللہ ﷺ سے انقطاعِ تعلق سے تعبیر کیا ہے (۶/۱۶۰) ــــــ کہا یہ گیا ہے کہ :-

● یہ ہے میرا سیدھا راستہ سو تم اس ایک راستہ کا اتّباع کرو۔ مختلف راستوں کا اتّباع مت کرو (ایسا کرو گے تو یہ مختلف راستے تمہیں خدا کے راستے سے ہٹا کر الگ کر دیں گے۔ (۶/۱۵۴)

قارئینِ محترم! قرآنِ کریم مسائلِ طہارت سے لیکر امورِ جہانبانی تک ہماری کامل راہنمائی کے لئے ہمہ وقت مینارۂ نور کا مقام رکھتا ہے۔ لیکن بتانِ عجم کے پجاریوں نے اس سیسہ پلائی دیوار کے حصّے بخرے کر کے

امت کو سنی۔شیعہ۔ خارجی۔حنفی۔شافعی۔حنبلی۔ مالکی۔ اہلِ حدیث۔ اہلِ قرآن۔ بریلوی۔ دیوبندی وغیرہ قسم کے گروہوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اسی سبب حلقۂ یاراں میں ریشم کی طرح نرم اور رزم گاہِ حق و باطل میں فولاد کی صورت رہنے والے مومن تشتت و انتشار کا شکار ہیں۔

اِن حالات میں ہمیں چاہیئے کہ لعنت ہائے حجازی کے قارون بننے کی بجائے۔قرآن نیوش بن کر اللہ کی رسّی (قرآن) کو مضبوطی سے تھام لیں کہ:

یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

باب المراسلات

قارئینِ طلوعِ اسلام کی طرف سے مضامین کے علاوہ کچھ نظمیں بھی موصول ہوئی ہیں، جو قلمکار حضرات کے جذبِ صادق کی عکاسی کرتی ہیں۔ پوری نظمیں شائع کرنا تو ہمارے لئے ممکن نہیں۔ تاہم نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کے منتخب اشعار شائع کئے جارہے ہیں۔

قفس ہے برق ہے، آہ و فغاں ہے ــــ حوادث میں گھرا اب آشیاں ہے
جلی ہے شمعِ آزادی دلوں میں ــــ جیالو! اب تمہارا امتحاں ہے
کٹے گی پاؤں کی زنجیر اک دن ــــ یقیں محکم ہے اور ہمت جواں ہے
نہیں آزادیاں مانگے سے ملتیں ــــ علاج اس کا فقط تیغ و سناں ہے
اٹھو کشمیر کے شیرو جوانو! ــــ کہ خود اللہ تمہارا پاسباں ہے
رہے زندہ تو کہلاؤ گے غازی! ــــ مرے، تب بھی حیاتِ جاوداں ہے

رہے فاروق تو کیوں خاموش بیٹھا
ہے دِل سینے میں اور منہ میں زباں ہے

(فاروق احمد۔لندن)

محشر میں جب حساب ہو اعمال کا مرے　　دینا سزا نہ مجھ کو محمدؐ کے رُوبرو!!

(ایم سلیمان۔ لندن)

نقد و نظر

ابلہِ مسجد ـــــــــ (ترمیم شدہ ایڈیشن)

.... فکرِ پرویزؒ پر ایک مدلّل دستاویز

مفکرِ قرآن محترم غلام احمد پرویزؒ کا قرآنی فکر پر مبنی لٹریچر وہ انقلاب آفریں لٹریچر ہے جس نے قوم کے نوجوانوں کے قلوب و اذہان میں صحیح قرآنی انقلاب پیدا کرنے میں گراں بہا کردار ادا کیا ہے۔ ان کی (۱۹۸۵ء میں) وفات کے بعد بعض عناصر کی طرف سے ان کے لٹریچر کی اہمیت کم کرنے کی مذموم کوششیں کی گئیں۔ ان میں سے ایک کتاب "پرویز اور قرآن" منظرِ عام پر آئی تو بزم طلوعِ اسلام پشاور نے (جناب صابر صدیقی صاحب (جو فکرِ پرویزؒ کے ایک قابلِ قدر مبلغ ہیں) سے درخواست کی کہ اس کتاب کا مدلّل جواب لکھا جائے۔ چنانچہ انہوں نے "ابلہِ مسجد" کے نام سے فکرِ پرویزؒ کی مدافعت میں کتاب لکھی اور بزمِ طلوعِ اسلام پشاور کے نمائندہ جناب شیر افضل خاں نے اسے شائع کرایا۔ کتاب سامنے آئی تو اس میں طباعت کی بہتری کے علاوہ کئی ایک دوسری چیزوں کی ضرورت سمجھی گئی۔ مثلاً جناب صابر صدیقی صاحب نے مولوی مدار اللہ صاحب کے بے بنیاد الزامات کے ردّ میں تو فکرِ پرویزؒ پر لکھا لیکن ان کے اعتراضات کی تفصیل نہ دی۔

احباب نے کئی ایک تجاویز بھی بھیجیں چنانچہ ان تجاویز کی روشنی میں یہ کتاب از سرِ نو لکھی گئی اور اب اسے طلوعِ اسلام ٹرسٹ نے شائع کیا ہے۔ اس کتاب کا نیا ترمیم شدہ ایڈیشن ایک طرح سے بالکل نئی کتاب ہے اور پرویزؒ صاحب کی قرآنی فکر پر قابلِ قدر اور مفصّل دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ ضخامت بھی پہلے سے زیادہ ہے اور صوری حیثیت بھی منفرد۔

قیمت پیپر بیک ـــــــــ ۶۰/.. روپے

مجلّد ـــــــــ ۷۵/.. روپے

طلوعِ اسلام ٹرسٹ اور مکتبۂ دین و دانش چوک اُردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

ثریا عندلیب

سیادت

جیسا کہ ہم جانتے ہیں۔ ہماری زندگی میں سماجی معاشی و معاشرتی معاملات کے اعتبار سے مختلف ذمّہ داریوں اور فرائض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کسی معاشرے کی بقا کا انحصار اسی طریق کار پر ہے اور اسی سے زندگی جاری و ساری رہتی ہے۔ ان ذمّہ داریوں میں سے ایک بڑی اور اہم ذمّہ داری **سیادت** ہے۔ ایسی اہم ذمّہ داری کہ جو افرادِ معاشرہ کی سیرت و کردار کی تعمیر کی بنیاد بنتی ہے۔ ـــــــ سیادت کسے کہتے ہیں! ـــــ پڑھے لکھے افراد کو معلوم ہوگا کہ سیادت سرداری، بزرگی، عوام کی قیادت کرنے کے منصب اور لیڈر شپ کو کہتے ہیں۔

اس سیادت یا قیادت کے حوالے سے اگر ہم اپنے معاشرہ کا جائزہ لیں تو یہ تلخ ترین حقیقت سامنے آئے گی کہ ہمارے ہاں بالخصوص موجودہ دَور میں سیادت کا منصب اپنے حقیقی مفہوم اور اعلیٰ معیار سے کس قدر دُور کر دیا گیا ہے۔ گویا سیادت بھی آج کی سیاست بن کر رہ گئی ہے۔ جس کا مدعا و مقصود حصولِ اقتدار و اختیار کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس ہوسِ اقتدار اور تکاثرِ مال نے معاشرہ میں اونچ نیچ کا کیسا ختم نہ ہونے والا چکر چلا رکھا ہے کہ جس کی لپیٹ میں اچھے بُرے سب افراد آتے چلے جا رہے ہیں اور حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ وطنِ عزیز کے باسی مِن حیث القوم بُرائی بھلائی کی تمیز ہی کھو بیٹھے ہیں۔

ہم مسلمان تو ہیں مگر ہم یکسر یہ بھول چکے ہیں کہ ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی کا نصب العین کیا ہے؟ ہمارے ہر ہر عمل کے پرکھنے کی کسوٹی کونسی ہے؟ ہمارے امورِ زندگی کے فیصلوں پر حَکم کس کو بنایا گیا ہے؟ مختلف شعبہ ہائے حیات میں ہماری کارکردگی کا اصولی طور پر متعین معیار ہمیں کیا دیا گیا ہے؟ اگر یہ سب ہمیں یاد ہوتا تو آج ہم اقوامِ عالم میں یوں سرنگوں، بے حیثیت و بے مقام نظر نہ آتے۔

اگر ہم خدا کی آخری کتابِ مبین، قرآن کریم پر ایمان رکھنے والوں یعنی مسلمان کہلانے والوں نے خدا کے حکم کے مطابق واقعی اسے اپنا ضابطۂ حیات سمجھا ہوتا۔ اسے عملی طور پر اپنا نصب العینِ حیات

بنایا ہوتا تو قرآن کو خدا کے حضور ہم اُمتیانِ رسولؐ کے ہاتھوں مہجور ہونے کی فریاد کیوں کرنی پڑتی۔؟
یوں تو ہماری زندگی کا کوئی گوشہ بھی خواہ وہ معاشی ہو یا معاشرتی سیاسی ہو یا اخلاقی ایسا نہیں جہاں ہم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اپنی صلاحیتوں کے استعمال میں قرآن کریم کے اصول و اقدار اور اس کے متعین کردہ معیار کو اپنے سامنے رکھتے ہوں۔ لیکن مجھے سرِدست دینِ مبین کی روشنی میں سیادت کی بات کرنی ہے جو اس وقت کی پکار ہے۔

قرآن کریم میں بیسیوں مقامات پر مومن بندوں کی صفات و خصوصیات بیان کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ اس قسم کی صفتیں اور کردار رکھنے والے ہی اس کے اہل ہو سکتے ہیں کہ وہ حکومتِ خداوندی میں راہنما اور سردار ہونے کی ذمہ داری نبھا سکیں اور ملک و ملت کے معاشی و معاشرتی انتظام کے لئے مختلف منصبوں پر فائز ہو سکیں۔ یہاں سب سے پہلے دماغ سے سمجھنے اور دل میں اتارنے کی بات یہ ہے کہ اللہ کے اس فرمان اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ سے مراد یہ ہے کہ زندگی کے معاملات اور ملکی کاروبار میں فیصلہ کرنے والوں اور حکم نافذ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ان قوانین کی پیروی کرنا ہوگی جو اس حکیم و بصیر ذاتِ واحد نے انسانی معاملات کے حل اور اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لئے اپنی کتاب قرآن حکیم کے ذریعے عطا کئے ہیں۔ اور دوسری اہم ترین بات یہ کہ اس اصل الاصول کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا ہوگا کہ ہم اپنی اس ذمہ داری کے لئے خدا کے سامنے جواب دہ ہیں۔ وہ خدا جو ہماری نگہ کی خیانت اور دل میں چھپے ہوئے رازوں کو بھی جانتا ہے۔

قرآن پاک میں آیا ہے کہ بہترین خدمت گزار وہ ہے جو طاقت ور اور مضبوط ہونے کے ساتھ امین اور دیانت دار ہو۔ چنانچہ اس اصول کے تحت یہ ضروری ہے کہ کسی مقصد کے لئے سیادت کرنے والے میں جسمانی علمی اور قلبی صلاحیتیں موجود ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت طالوت کو سرداری کے لئے منتخب کیا تھا تو اس انتخاب کی دلیل یہ تھی کہ ان میں علمی قابلیت اور جسمانی توانائی وافر طور پر موجود ہیں۔ اس سے یہ اصول سامنے آیا کہ سیادت کے لئے علمی قابلیت اور جسمانی توانائی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگلی بات رہنمائی کرنے والے قائد کی سیرت و کردار ہے۔ زندگی کے مختلف معاملوں میں افرادِ معاشرہ کو سیدھا راستہ دکھلانے کے لئے پہلے خود اس صراطِ مستقیم پر چلنا ہوتا ہے جو قرآنی اصول و اقدار سے تشکیل پاتا ہے۔ اگر خدا کے نام پر سیادت یا حکمرانی کرنے والے کا اپنا عمل اس حکم کیمطابق

نہیں جیسے وہ قانون کی شکل میں نافذ کرتا ہے تو قرآن پاک کی رُو سے اس کا شمار مومنین میں نہیں منافقین میں ہوگا اور منافقین کا ٹھکانا جہنم کا سب سے نچلا درجہ ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے :۔

لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (۶۱/۲)

(اے ایمان والو!) ـــــــ "تم وہ کچھ کہتے کیوں ہو جو تم خود کر کے نہیں دکھاتے"

یاد رکھو! خدا کے نزدیک یہ طرزِ عمل بہت ہی بُرا اور قابلِ نفرت ہے کہ جو کچھ تم زبان سے کہو اس کی تائید تمہارے اپنے عمل سے نہ ہو رہی ہو۔

قرآن میں منافقین کو بدترین خلائق شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ زندگی کے کسی شعبے میں سیادت کرنے والے منافق نہیں ہو سکتے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہیئے کہ منافقانہ کردار رکھنے والے ہرگز اس کا حق نہیں رکھتے کہ انہیں کسی سیادت، قیادت یا امارت کے لئے منتخب کیا جائے۔ آج کی اصطلاح میں سیادت کو لیڈری بھی کہہ سکتے ہیں اور قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ منافقت کرنے والا قوم کا لیڈر نہیں ہو سکتا۔ سیادت کرنے کے لئے جن مومنین کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے ان کی سیرتُ کردار کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ وہ خدا کے قانونِ مکافاتِ عمل پر یقین و ایمان رکھتے ہوئے برائی کو بھلائی سے دُور کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ جہاں سے ان کا قدم غلط اٹھتا ہے اسی جگہ واپس پلٹ کے صحیح راستہ اختیار کرتے ہیں۔ لغو اور بے ہودہ باتوں کے قریب نہیں جاتے عصمت کا تحفظ اور حیاء کی پاسداری ان کا شیوہٗ زندگی ہوتا ہے۔ وہ معاہدوں اور امانتوں کے محافظ ہوتے ہیں۔ تکبر اور حسد کا ان کے کردار سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ان کے کاروبارِ حیات میں اسراف اور بخل راہ نہیں پاتے۔ وہ دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر مقدم سمجھتے ہیں۔ آپس میں حسنِ ظن سے کام لیتے ہیں اور حق کے مطابق عدل کرتے ہیں۔ قانون کے معاملے میں کسی سے رُو رعایت نہیں برتتے۔ اللہ تعالےٰ کے ہر قانون اور حکم پر لبیک کہتے ہوئے معاشرے کی بہتری اور ترقی کے وسائل اختیار کرتے ہیں جو کچھ اپنی ذات پر واجب قرار دیتے ہیں اسے پورا بھی کرتے ہیں۔ اپنے ماتحتوں کے آرام و سکون کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں اور ان کے کام کا پورا پورا معاوضہ دینے میں کبھی غفلت نہیں کرتے۔

مومنین کی یہ وہ صفات و خصوصیات ہیں جو ان کو سیادت کے عظیم منصب کا اہل بناتی ہیں اس عظیم منصب کی جگمگاتی تصویر دیکھنے کے لئے ہمیں حضرت عمرؓ فاروق کے زمانۂ خلافت کی طرف نظر

دوڑانا ہوگی۔ حضور سرور کائنات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ اقدس کے مطابق حق و باطل میں تمیز کرنے والی ذاتِ باصفات حضرت عمرؓ نے سیادت کی رُوح کو جس طرح سمجھا اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سیادت یعنی اعلیٰ منصب کے لیئے مَیں ایسے شخص کو منتخب کرنا چاہوں گا کہ جب وہ اس منصب پر فائز نہ ہو تو وہ قوم کا سردار نظر آئے اور جب وہ قوم کے لوگوں کے درمیان ہو تو انہی جیسا نظر آئے۔ اس ایک بظاہر چھوٹی سی بات میں سیادت کرنے والے کی پوری سیرت اور کردار سمٹ کر آگیا ہے۔

حضرت عمرؓ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ خدا خائن کی قوت اور ثقہ انسان کی عاجزی سے بچائے۔ اس سے مراد یہ تھی کہ قوت و صلاحیت رکھنے والا اگر خیانت کرتا ہے تو وہ بھی خطرناک ہے اور اگر کوئی شخص بہت دیانت دار اور قابلِ اعتماد ہے لیکن وہ مضبوطی اور پختگی کا حامل نہیں، اس میں کمزوری ہے تو وہ بھی نقصان کا باعث بنے گا۔ لہٰذا انتخاب کا اصول ثقاہت اور قوت تھا، مگر قوت سنگ دلی یا ظلم کا نام نہیں تھا۔ بلکہ عدل و انصاف کرنے کے لیئے جرأت اور حوصلہ کا ہونا تھا۔

سعد بن ابی وقاص کے نام فاروقِ اعظمؓ نے خط میں لکھا کہ حسنِ کردار اور پاکیزگیٔ اخلاق کا معیار یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ تمہارے معاملات کیسے ہیں! اپنے ماتحتوں کے لیئے ایسے بن جاؤ جیسے اگر تم خود ماتحت ہو تو اپنے امیر کو ویسا دیکھنا چاہو! یاد رکھو! جب لیڈر بگڑ جاتا ہے تو پھر عوام بھی بگڑ جاتے ہیں (کاش ہمارے ہاں کے لیڈروں نے اس نکتہ کو سمجھا ہوتا) اور سب سے زیادہ بدبخت انسان وہ انسان ہے جس کی وجہ سے اس کی رعایا بدبخت ہو جائے۔

حضرت عمرؓ جب کسی کو گورنر مقرر کرتے تو فرماتے کہ یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ مَیں تمہیں ظالم اور جابر بنا کر نہیں بھیج رہا بلکہ رعایا کا راہنما بنا کر بھیج رہا ہوں۔ کبھی کسی بے قصور کو نہ مارنا کہ وہ ذلیل ہو جائے اور کبھی کسی کی بے جا تعریف نہ کرنا کہ وہ غرور سے اکڑ جائے۔ لوگوں کے کاموں میں رکاوٹ نہ ڈالنا بلکہ ان کے لیئے سہولتیں مہیا کرنا۔

ایک دفعہ ایک شخص کا گورنری کے لیئے انتخاب کیا۔ اس سلسلے میں فاروقِ اعظمؓ اس کی تعیناتی کا پروانہ لکھوا رہے تھے کہ ایک بچہ آیا اور آپ کی گود میں بیٹھ گیا آپ نے اسے پیار کیا۔ یہ دیکھ کر وہ شخص بولا، یا امیرالمؤمنین! میرے دس بچے ہیں لیکن کسی ایک کی بھی مجال نہیں کہ میرے پاس پھٹک سکے۔ اس کی یہ بات سُن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا، اگر تیرے دل

کی سختی کا یہ عالم ہے کہ تو اپنی اولاد کے ساتھ شفقت اور محبّت نہیں کر سکتا تو پھر رعایا کے ساتھ کس طرح ہمدردی اور رحم کر سکے گا۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے کاتب کو حکم دیا کہ گورنری کی دستاویز چاک کر دے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ سیادت یا سرداری کرنا کتنی بڑی ذمّہ داری ہے اور عمالِ حکومت میں کن کن صفات کا ہونا لازمی ہے اور وہ اس لئے کہ عمّال کا ہر عمل عوام کے لئے سند بن جاتا ہے ایک دفعہ امیرالمومنین حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ حضرت طلحہؓ نے طواف کرتے ہوئے رنگین کپڑا پہنا ہُوا تھا۔ اس پر آپ کو تعجب ہُوا اور آپ نے اس کی وجہ پوچھی۔ حضرت طلحہؓ نے جواب دیا کہ یہ تو مٹی کا سا رنگ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا طلحہ! دوسرے لوگوں کی نسبت تم حضرات کو زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ تم لوگ امام کی حیثیت رکھتے ہو۔ جن کی عوام پیروی کرتے ہیں۔ اگر کوئی جاہل شخص آپ کو یوں دیکھے گا تو وہ اپنے لوگوں سے کہے گا کہ میں نے (حضرت) طلحہ کو طواف کی حالت میں رنگدار کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ اس طرح تمہارا یہ معصوم سا عمل لوگوں کے لئے سند بن جائے گا۔ لہٰذا ہم لوگوں کو بڑی احتیاط برتنی چاہیئے ——— یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ سب ذمّہ دار اشخاص کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی نگاہ رکھتے تھے اور پوچھ گچھ کرتے رہتے تھے۔

ایک موقع پر آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ اپنی مجلس میں لوگوں کو مساوی درجہ دو تاکہ کمزور آدمی تمہارے انصاف سے نا امید نہ ہو جائے اور عہدوں والے اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکیں۔

حضرت عمرؓ جب کسی گورنر کے متعلق سنتے کہ وہ بیماروں کی بیمار پُرسی کے لئے نہیں جاتا اور اور ضرورتمند اس کے پاس جانے سے گھبراتے ہیں تو آپ اسے برخاست کر دیتے۔

ایک دفعہ آپ نے اپنے عمّال کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا' یاد رکھو! رعیّت اس وقت تک امام کی پیروی کرتی ہے جب تک وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ جب وہ اللہ کے احکام سے سرکشی اختیار کرتا ہے تو رعایا اس کے حکموں سے سرکش ہو جاتی ہے اور جب وہ فسق وفجور میں مبتلا ہوتا ہے تو پھر رعایا اس سے بڑھ کر فاسق و فاجر ہو جاتی ہے۔ (کیا یہ آئینہ ہو بہو ہمیں ہمارا چہرہ نہیں دکھا رہا؟)

حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو حضرت عمرؓ نے خط میں لکھا کہ لوگوں کے معاملات وہی سنوار سکتے ہیں جو اپنے ارادے کے پکّے ہوں اور کسی سے دھوکا نہ کھائیں۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے کہا کہ مومن کسی کو دھوکا نہیں دیتا' حضرت عمرؓ نے فرمایا' بات مکمل کرو.... مومن نہ کسی کو دھوکا دیتا ہے نہ کسی

سے دھوکا کھاتا ہے ـــــ ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ فلاں شخص بڑا قابلِ اعتماد ہے۔ اس پر آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم کبھی اس کے ہمسائے رہے ہو! یا کبھی اس کے ساتھ مل کر تم نے سفر کیا یا تمہارا اس کے ساتھ کبھی کوئی معاملہ پڑا۔ جب اس آدمی نے ان تینوں سوالوں کا جواب نفی میں دیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پھر تمہیں اس شخص کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں۔ تم نے اسے مسجد میں اٹھتے بیٹھتے اور نماز پڑھتے دیکھ کر یہ رائے قائم کرلی کہ وہ بڑے بھروسے کے قابل ہے! ـــــ کسی دوسرے موقع پر کہا کہ کسی شخص کے اخلاق پر بھروسہ نہ کرو جب تک اسے غصّے کی حالت میں نہ آزمالو۔

یہ تھا وہ طریقۂ کار سیادت کے لئے تربیت کرنے کا جو حضور رسالتمآبؐ کے جگمگاتے نقوشِ قدم پر چلنے والے پاک نفوس نے اختیار کیا اور اپنے پیچھے آنے والوں کے لئے روشن اور تابندہ مثالیں چھوڑ گئے۔ یہ وہ بے نظیر تربیت تھی جس کے نتیجے میں ہمارے سامنے حمص کے سربراہ حضرت عمیر بن سعدؓ کی خود احتسابی کی وہ مثال آتی ہے کہ جس کی لم کو اگر سمجھ لیا جائے تو معاشرے میں کوئی انسان مقامِ انسانیت سے محروم نہ رہے۔ ایک دفعہ حضرت عمیر بن سعدؓ کے مُنہ سے کسی ذِمّی کے متعلق یہ جُملہ نکل گیا ـــ اَخْزَاکَ اللّٰہ ـــــ (خدا تجھے رُسوا کرے) ان الفاظ میں انسان کی تذلیل کا جو پہلو نکلتا ہے اس کا خیال آتے ہی حضرت عمیر بن سعد کو اس قدر افسوس اور ندامت ہوئی کہ فوراً ہی حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے اور اپنے عہدے سے استعفیٰ پیش کر دیا یہ عرض کرتے ہوئے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کی بنا پر میں اس منصب کے اہل نہیں رہا ـــــ سیادت اسے کہتے ہیں ـــــ اس دَور میں مملکت کے کارندوں کے امین ہونے کا راز یہ تھا کہ مملکت کے سردار اور سربراہ سچے اور امین ہوتے تھے۔ اس درخشاں واقعے کو سامنے لائیے۔ جب مدائن کی فتح کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو مالِ غنیمت مدینہ بھیجا وہ اس قدر جواہرات اور طرح طرح کے نوادرات پر مشتمل تھا کہ انہیں دیکھ کر مدینے والوں کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئیں۔ حضرت سعدؓ نے اس کے ساتھ اپنے خط میں لکھا تھا کہ امیرالمومنین! یہ سارا مال و متاع مِلنا اتنے تعجب اور خوشی کی بات نہیں جتنی یہ بات کہ جب ہم نے یہ شہر فتح کئے تو یہ سارے زر و جواہرات آپ کی فوج کے سپاہیوں کے سامنے ڈھیر پڑے تھے اور بلا کا کوئی فرد انہیں دیکھنے والا بھی نہ تھا۔ لیکن اس میں سے کسی سپاہی نے ایک سوئی تک اپنے پاس نہیں رکھی۔ سارے کا سارا مال لاکر مرکز کے سپرد کردیا۔ یہ پڑھ کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں

خوشی کے آنسو آ گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ آپ کے پاس کھڑے تھے۔ انہوں نے فرمایا' ابنِ خطابؓ! آپ کے سپاہی اس وجہ سے امین ہیں کہ آپ خود امین ہیں۔

ہمارا دینِ مبین ہم سے سیادت کے اس کھرے اور سچے معیار کو اپنانے کا مطالبہ کرتا ہے کہ ملتِ اسلامیہ کی سرفرازی اسی طرزِ عمل میں پنہاں ہے۔ بلا شبہ یہ حقیقتِ ابدی ہے اور تاریخ کا حصّہ رہ چکی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آئینۂ حقیقی میں ہم موجودہ امتِ مسلمہ کی کیا حقیقت نظر آتی ہے؟ بحیثیتِ مجموعی کامیابی و سرفرازی نے کیوں ہم سے مُنہ موڑ رکھا ہے۔ ہر میدانِ زندگی میں ذلّت و نکبت نے کیوں ہمیں گھیر رکھا ہے؟۔ اگر ہم اس پر سنجیدگی سے سوچیں تو اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہم نے امانت و دیانت کے راستے سے قدم ہٹا لئے ہیں۔ سیادت کے حوالے سے بات ہو رہی ہے تو کیا یہ سچ نہیں کہ ہم اپنے لیڈروں کے انتخاب میں دیانت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ اس ذمّہ داری کا قرآنی معیار کبھی ہمارے سامنے نہیں ہوتا جس کے تحت ہم امیر کو منتخب کروانے سے پہلے اس کے اوصاف کو پرکھنا لازمی سمجھیں لیکن جہاں ہر لحاظ سے دیانت کی جگہ خیانت لے لے وہاں اچھی سیادت کیونکر پیدا ہو اور اچھے راہنما کیسے مہیا ہوں۔ بہر حال کسی ذمّہ داری کی طرف سے نظریں پھیر لینے سے اس ذمّہ داری کی اہمیت ختم نہیں ہو جاتی۔

اگر ہمیں مسلمان ہو کر جینا ہے، اگر ہمیں واقعی اپنی اصلاح مطلوب ہے اور ابھی ہمارے دلوں میں شمہ بھر بھی برائی کو برائی سمجھنے کی حس موجود ہے۔ تو ہماری فوز و فلاح کا ایک ہی راستہ ہے۔ یعنی امانت و دیانت کا راستہ، جس پر چلنے سے ہماری کایا پلٹ سکتی ہے۔

آج اگر ہمارے سامنے حضرت عمر فاروقؓ کا منشورِ سیادت ہو اور وہ ہمارے عمل کا حصّہ بن جائے تو یقین جانئے ہمارا معاشرہ دلوں میں اس حسین انقلاب کا حامل ہو جائے جس کا تقاضا قرآنِ کریم کرتا ہے۔

اور یاد رکھئے! یہ خدائی فیصلہ ہے جسے کوئی بدل نہیں سکتا۔ آئیے ایک ساتھ اس انقلاب کی طرف قدم بڑھائیں۔

حقائق و عبر

مسئلۂ سندھ اور علمائے کرام

سندھ کے بارے میں ہمارے علماء حضرات نے جو رویّہ اختیار کر رکھا ہے، اس کے بارے میں ہمارے سندھی بھائیوں کے تاثرات خود اُنہی کی زبانی سُنیئے !!

"جس معاشرہ میں علماء، مصلحت پسند اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے والے بن جائیں، صحافی، راشی اور دہشت گرد ہوں وہاں سیاست دان کا راہِ راست پر آنا ممکن نہیں سندھ کی سیاست پر ہر دینی جماعت نے منفی رجحان کی تبلیغ کی ہے۔ سب سے پہلے علامہ مودودیؒ نے سندھ کو اپنے غیض و غضب کا ہدف بنایا۔ اس کے بعد مولانا نورانی اور پھر فضل الرّحمٰن نے۔ آج کل ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سندھ دشمنی کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس صورتِ حال میں سندھی نوجوان بجا طور پر اسلام سے خائف نظر آتے ہیں۔ جب بھی حقوق کی بات ہوتی ہے تو علماء کرام سندھیوں کو ہندو ذہنیت اور پاکستان دشمنی کا طعنہ دیتے ہیں۔ پاکستان ہمارا ملک ہے۔ اس کے لئے ہم نے خون، مال، دولت، عزّت اور اب اپنے آشیانے کی قربانی بھی دے رہے ہیں۔ ہم سندھی، پاکستان کی دوسری بڑی قوم ہیں۔ آپ نے بنگالیوں کو اس لئے الگ کیا کہ ان کو پاکستان کے پھل کا حصّہ آپ نہیں دینا چاہتے تھے۔ اب آپ سندھیوں کو کانٹا سمجھ کر نکالنا چاہتے ہیں"

(ہفت روزہ ندا لاہور۔ بابت ۱۲ر جون ۱۹۹۰ء صہ ۲۶)

شریعت بل اور پیر صاحب پگاڑا

"ممتاز روحانی پیشوا اور سینیٹر پیر پگاڑا نے کہا ہے کہ شریعتِ محمدیؐ اور شریعتِ سمیع الحق میں بنیادی فرق سے ہر شخص آگاہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ اپنی زندگی شریعت کے مطابق گذارنے کا فیصلہ نہیں کر پاتے وہ نفاذِ شریعت کے علمبردار بن بیٹھے ہیں۔ پیر پگاڑا نے کہا

کہ سینیٹ کا شریعت بِل بعض مرحومین کی روح کو ایصالِ ثواب پہنچانے کی خواہش کے سوا کچھ نہیں۔ انہوں نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ ملّائیت کے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے اذانیں دی جائیں۔ شریعت بِل کے حوالے سے صدر اسحاق خان کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے پیر پگارہ نے کہا کہ شریعت بِل کے محرکین اور صدر کا تعلق ایک ہی علاقے اور مکتبِ فکر سے ہے۔ اس لئے سمیع الحق کو دی جانے والی مبارکباد دونوں کا ذاتی مسئلہ ہے۔ البتّہ جہاں تک میرا تعلق ہے تو مَیں صرف شریعتِ محمدیؐ پر ایمان رکھتا ہوں اور اس کے سِوا کسی شریعت کو تسلیم نہیں کرتا۔"

(ہفت روزہ رضا کار لاہور ۸ جون ۱۹۹۰ء صہ ۶)

شریعت بِل اور علماءِ اہلحدیث

سینیٹ کے منظور کردہ شریعت بِل میں واضح کر دیا گیا ہے کہ قرآن و سنّت کی تشریح پاکستان کے دستور کی دفعہ ۲۲۷ شق (۱) کے مطابق ہوگی۔ اس شق میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر فرقے کی سنّت کی تعریف اس کے آئمۂ فقہ کے مطابق ہوگی (شق ۲ (ب)۔ پاکستان میں حنفی فقہ کے پیروکاروں کی چونکہ اکثریت ہے۔ اس لئے اس تشریح کے مطابق ملکی قانون ظاہر ہے کہ حنفی فقہ کے مطابق بنے گا۔ فرقۂ اہلِ حدیث کے علماء ایک طرف شریعت بِل کی حمائت کر رہے ہیں۔ دوسری طرف پوچھتے ہیں کہ کیا فقہ حنفی کا نفاذ موجودہ اخلاقی بحران اور مشرکانہ عقائد کی اصلاح کر سکتا ہے؟

(۱) "فقہ حنفی میں زنا کاری کی اسی صریح علّت کی بنیاد پر زانیہ اور بازاری پیشہ ور عورتوں کی کمائی بھی جائز اور حلال سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ حنفیت کی دنیا سے حکیم الامّت کا خطاب پانے والے مولانا اشرف علی تھانوی سے یہ فتوےٰ پوچھا گیا کہ "بازاری فاحشہ یا کسبی عورت اپنی اجرتِ زنا بطور صدقہ و خیرات وغیرہ پیش کرے تو اس کا لینا یا وصول کرنا جائز ہے یا نہیں" حکیم الامّت فرماتے ہیں۔ "جو صُورت گنجائش کی ہے وہ عوام کی سمجھ میں نہ آوے گی، اس لئے ایسا کرنا موجبِ توحش ہے۔ البتّہ ایک طریقہ سے اس کی اصلاح ہوسکتی ہے۔ وہ یہ کہ ایسی عورتیں کسی مہاجن سے قرض لے کر ان مدات میں دے دیں۔ پھر وہ قرض اپنے پاس سے ادا کر دیں۔

(۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ فتاوٰی اشرفیہ ۳۳/۴ شائع کردہ ادارہ اشرف العلوم کراچی)

۲۔ حرام کی فہرست میں زنا کاری کے بعد دوسرا نمبر شراب نوشی کا ہے۔

۳۔ لیکن فقہ حنفی بتاتی ہے کہ شراب کی صرف چند قسمیں حرام ہیں باقی کو پینے اور پلانے اور اس سے لطف اندوز ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے. فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب "الھدایۃ" میں ہے۔ والاشربۃ المحرمۃ اربعہ" یعنی شراب کی صرف چار قسمیں حرام ہیں جو انگور اور کھجور کے رس سے یا پھر خشک کھجور اور کشمش و منقے سے تیار ہوتی ہیں۔ آگے لکھا ہے "وقال فی الجامع الصغیر وما سوی ذالك من الاشربہ فلا باس لہ" یعنی جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ ان چار قسموں کے علاوہ باقی شرابوں کے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۵ جون ۱۹۹۰ء)

قربانی کی صحیح شرعی حیثیت بیان کرنے سے گریز

ہمارے ہاں قربانی کی کھالوں کے لالچ میں، قربانی کا صحیح شرعی حکم بیان نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ اس کے بعد تو کوئی شاذ و نادر ہی قربانی کرے گا۔ عام علماء کا قول یہ ہے کہ قربانی سنت ہے۔ لیکن وہ یہ قول بعد میں بتاتے ہیں، پہلے اس موضوع پر قرآن مجید کی آیات پیش کرتے ہیں. جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قربانی فرض ہے اور پھر آخر میں اس کا سنت ہونا بیان کرتے ہیں۔ ماہ جون ۱۹۹۰ء کے فرقہ اہل حدیث کے تمام اخبارات و رسائل میں قربانی پر جو مضامین شائع کئے گئے ہیں، ان سب میں یہی طرز اختیار کی گئی ہے. حوالے کے لئے اس وقت ہمارے سامنے ہفت روزہ الحدیث کی ۲۲ ,جون ۱۹۹۰ء کی اشاعت ہے. اس کے صفحہ ۱۱, ۱۲, ۱۳ پر قربانی کے فرض ہونے کا تصور دینے کے بعد، صفحہ ۱۴ پر قربانی کو سنت قرار دیا گیا ہے۔

"قربانی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق سنتِ ابراہیمی ہے (سنۃ ابیکم ابراھیم) اور جس کی شریعتِ اسلامیہ نے بھی بڑی تاکید کی ہے۔ ائمہ دین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ یہ قربانی واجب ہے یا سنت؟ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ منورہ میں رہے اور ہر سال قربانی دیتے رہے۔

اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ

• رواه الترمذی (مشکوٰۃ) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ منورہ میں رہے اور بالالتزام قربانی دیتے رہے۔"

(ہفت روزہ اہلِ حدیث لاہور ۲۲ جون ۱۹۹۰ء ص۱۴)

انہی اہل حدیث کے ایک امام، ابن حزم اپنی مشہور کتاب المحلی میں نہ صرف اس حدیث کو جھوٹا ثابت کرتے ہیں بلکہ ان کا دعوٰی ہے کہ قربانی کے بارے میں جتنی احادیث پیش کی جاتی ہیں وہ سب جھوٹی ہیں (محلی ابن حزم جلد ہفتم ص۳۵۷) ——— خیال رہے کہ قربانی کے بارے میں امام ابن حزم کی تحقیق کی روشنی میں اسلامی ملک الجزائر میں سارے محلّے میں صرف ایک قربانی کی جاتی ہے۔

طلوعِ اسلام

= یہ بھی نہیں کہتا کہ اسلاف کی کوئی بات نہ مانو۔ وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ اسلاف کی کتابوں میں بھی جو کچھ ہے۔ اُسے قرآنِ کریم کی کسوٹی پر پرکھ لو۔ جو بات اس کے مطابق ہو اسے صحیح مانو اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔ وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ ہمارے بزرگوں نے قرآن شریف کو نہیں سمجھا تھا۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ قرآن شریف ہر ایک کو حکم دیتا ہے کہ وہ اسے غور و فکر سے سوچ سمجھ کر پڑھے اس لئے ہمیں قرآن شریف پر خود غور کر کے اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

قرآنی تعلیم بچوں کے لئے

قاسم نوری

آزادی

السّلام علیکم بچو! آپ نے دو لفظ اکثر سُنے ہوں گے "غلامی اور آزادی" اور آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ دوسروں کی مرضی اور اپنی منشاء کے مطابق کسی رکاوٹ اور مجبوری کے بغیر زندگی گزارنے کا نام "آزادی" ہوتا ہے۔ بھئی یہ تو ہوئی ایک عام سی تعریف لیکن اللہ تعالےٰ کے نزدیک آزادی کا مطلب اس سے بہت مختلف ہوتا ہے آپ نے کبھی جنگل دیکھا ہے؟ چلئے سُنا تو ہوگا کہ جنگل میں ہر قسم کے چھوٹے بڑے۔ دُبلے موٹے اور لمبے ٹھگنے جانور رہتے ہیں اور کوئی جانور کسی دوسرے جانور کا غلام نہیں ہوتا۔ سب آزاد ہوتے ہیں اور سب اپنی مرضی سے جیتے ہیں۔ تو اس سے واضح ہُوا کہ واقعی اپنی مرضی سے چلنے پھرنے، رہنے سہنے، کھانے پینے اور جینے کو ہی 'آزادی' کہتے ہیں۔ لیکن ایک بات آپ نے اور بھی تو سنی ہوگی۔ کہ اس قسم کی آزادی کی وجہ سے ہی جنگل کا ہر جانور دوسرے جانور کو مار بھی دیتا ہے۔ کھا بھی جاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے برباد بھی کر دیتا ہے۔ اسی لئے تو جنگل کا ہر جانور ایک دوسرے سے خوفزدہ رہتا ہے اور جانوروں کے اسی خوف کی وجہ سے سارا جنگل خوفناک ہو جاتا ہے پھر جانوروں کو تو کوئی گرفتار بھی نہیں کرتا۔ سزا بھی نہیں دیتا۔ انہیں نہ جیل ہوتی ہے

نہ پھانسی ـــــ تو بچو! ذرا سوچو کہ یہ تو آزادی نہیں ہوئی کہ آزاد بھی کہلاؤ اور ہر ہر سانس ڈرے اور سہمے بھی رہو۔ چھپتے بھی پھرو۔ کسی قسم کا کوئی تحفظ ہی نہ ہو ـــــ اچھا اب اپنی مثال لو ـــــ آپ بہت سارے بہن بھائی ہیں۔ ایک گھر میں رہتے ہیں۔ کوئی کام کرتا ہے کوئی ملازمت کرتا ہے۔ کوئی پڑھتا ہے اور کوئی گھر کے کام کاج میں امّی ابّو کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ سب کو مکمل آزادی حاصل ہے۔ سب اپنی مرضی سے سوتے جاگتے، اُٹھتے بیٹھتے اور کھیلتے کودتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خوشیوں اور دکھوں میں شریک ہوتے ہیں۔ کسی کو دوسرے سے نہ جان کا خوف ہوتا ہے نہ برباد ہونے اور پریشان ہونے کا خطرہ بلکہ اگر کسی بہن بھائی پر کوئی مصیبت آ بھی جائے یا کوئی دشمن تنگ کرے تو سب مل کر اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور سب اس کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھتے ہیں ـــــ سب ایک جیسی جگہ پر رہتے، ایک جیسا کھاتے اور پہنتے اور سب ایک جیسے انداز سے جیتے ہیں ـــــ پتا ہے یہ سب کس طرح اور کیوں ہوتا ہے؟ ـــــ ہوتا یوں ہے کہ آپ کے امّی ابّو نے کچھ پابندیاں لگائی ہوتی ہیں کہ ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا نہیں ہے۔ ایک دوسرے کی چیز کو ہاتھ نہیں لگانا۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنا ہے۔ مل بانٹ کر کھانا ہے۔ مل جل کر رہنا ہے۔ ایک دوسرے کا احترام کرنا ہے۔ عزّت کرنی ہے۔ ایک دوسرے کی ضرورت پوری کرنی ہے۔ تمیز سے پیش آنا اور ادب سے بولنا ہے

اب جو ایسا نہیں کرتا، اسے ڈانٹ بھی پڑتی ہے اور کبھی کبھی پٹائی بھی ہو جاتی ہے ــــ بچو! ذرا غور کرو اگر یہ پابندی نہ ہوتی تو سگے بہن بھائی ایک دوسرے سے کیا سلوک کرتے؟ ایک دوسرے کو ستاتے مارتے۔ ایک دوسرے کی چیزیں چھینتے۔ نقصان پہنچاتے۔ دکھ دیتے۔ بدتمیزی کرتے۔ بے عزتی کرتے اور جب یہ حالت بڑھ جاتی تو ایک دوسرے کو ہلاک بھی کرنے لگتے برباد بھی کرنے لگتے۔ اس بات سے یہ نتیجہ نکلا کہ گھر کا سرپرست یا امی ابو جو پابندیاں لگاتے ہیں وہ ہمارے ہی فائدے اور ہمارے ہی بہتر مقصد کے لئے ہوتی ہیں اور وہ مقصد تو یہی ہوتا ہے نا کہ سب بہن بھائی مل کر ایک اچھی اور مثالی زندگی گزاریں۔ ایک کی خوشی، دوسرے کی خوشی اور ایک کا دکھ دوسرے کا دکھ بن جائے ــــ اور سارے خاندان میں نام ہو۔ سب تعریف کریں ــــ بچو! یہ تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کوئی بھی امی ابو، کسی بھی بچے کا برا نہیں چاہتے۔ سب سے محبت کرتے ہیں۔ سب کے لئے دکھ اٹھاتے ہیں۔ وہ تو بس یہی چاہتے ہیں کہ ان کا ہر ایک بچہ قابلِ تعریف بن جائے۔ سب زندہ و سلامت رہیں اور خوش خوش رہیں۔

پیارے بچو! اللہ تعالےٰ کا بھی یہی منشا ہے چونکہ وہ سب کا ربّ ہے سب کا پیدا کرنے والا ہے اور سب انسانوں کی بقاء، عزت، زندگی اور خوشی چاہتا ہے اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ انسانوں کو جنگل جیسی آزادی ملے کہ وہ ایک دوسرے کو ہی پھاڑ کھائیں ــــ اور

ایک دوسرے کے لئے "مصیبت، تباہی
خوف اور ڈر" بن جائیں ـــــ چنانچہ
سب کی بھلائی اور بہتری کے لئے اس نے
کچھ پابندیاں عائد کر دیں اور کچھ ضابطے
یعنی قانون بنا دیئے اور ان کو 'وحی' کی
صورت میں یعنی قرآنِ مکرّم کی شکل میں ـــ،
آخری نبی محمدؐ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ذریعہ
سے تمام دنیا کے انسانوں کی طرف بھیج دیا
اور صاف صاف لفظوں میں یہ بھی سمجھا دیا
کہ کوئی انسان نہ تو دوسرے انسانوں سے
اپنی اطاعت کرانے کے لئے از خود کوئی
قانون بنائے اور نہ کوئی ایسے انسانی
قانون کو تسلیم کرے ($\frac{3}{78}$) بھئی ہر انسان
کو تو اپنی قوم، اپنی برادری اور اپنے بچے
زیادہ پیارے ہوتے ہیں۔ کوئی انسان
دوسرے انسانوں کے لئے اپنے بچوں
کی طرح سوچ ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے
وہ انصاف سے کام نہیں لے سکتا۔
لہٰذا سب کو اللہ کے دیئے اور بنائے
ہوئے قانون کی پابندی کرنی چاہیئے۔
تو بچّو! مسلمانوں کے نزدیک "آزادی"
کا مفہوم ہوتا ہے "اللہ کے قانون
یعنی قرآن کریم کی اطاعت (پابندی) کے
ساتھ زندگی بسر کرنا"

ـــ اب یہ بات بھی سمجھ لو کہ قرآن
پابندیاں کیوں لگاتا ہے؟ بھئی اس لئے
لگاتا ہے کہ دنیا کے سارے انسان
مل جل کر بے خوف، باعزّت اور خوشحال
زندگی بسر کریں۔ اس زندگی کو ہی تو جنّت
کی زندگی کہتے ہیں کہ اس طرح کی زندگی
میں نہ کوئی غم، پریشانی اور دکھ ہوتا ہے
اور نہ کسی قسم کا خوف اور خطرہ۔ جانوروں
میں تو یہ چیزیں اس لئے ہوتی ہیں کہ ان
کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا لیکن

انسان کو تو اللہ تعالےٰ نے با مقصد پیدا کیا ہے۔ ($\frac{33}{115}$ - $\frac{75}{36-40}$)۔ لہٰذا کسی مقصد کو پانے کے لئے تو کچھ پابندیاں لازمی ہوتی ہیں۔ اب غور سے اللہ تعالےٰ کے فرمان کا حوالہ پڑھو حوالہ ہے ($\frac{3}{79}$):-

"کسی انسان کو اس کا حق حاصل نہیں۔ خواہ وہ (انسان) قانون بنانے والا ہو، خواہ حکمران ہو۔ حتیٰ کہ نبی ہی کیوں نہ ہو۔ کہ وہ لوگوں سے کہے کہ تم اللہ کے نہیں میرے محکوم بن جاؤ۔ اسے یہی کہنا چاہیئے کہ تم اس کتاب (قرآن) کی اطاعت سے جسے تم پڑھتے پڑھاتے ہو اور اپنی سوچ اور فکر کا مرکز بناتے ہو، فقط اللہ کے محکوم بن جاؤ۔"

بچو! کچھ سمجھ میں آیا کہ اس کا مطلب کیا ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف اور صرف اللہ تعالےٰ کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کے ساتھ ہی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اللہ کے علاوہ کسی اور کی شریعت، فقہ، قانون پر عمل کرنے سے زندگی جنگل کا نمونہ بن جاتی ہے۔ اسی لئے تو اسلام میں کسی بادشاہ کی، کسی پارلیمنٹ کی اور کسی جمہوریت یا جمہوری نظام کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ ان کو ماننا شرک ہوتا ہے۔ بھئی جمہوریت سمجھتے ہو نا؟ اس کا مطلب ہوتا ہے عوام کی اپنی حکومت۔ لیکن اس میں اکثریت والے لوگ، اقلیت والے لوگوں سے جبراً اپنی مرضی اور اپنے بنائے ہوئے قانون کی اطاعت کراتے اور من مانی کرتے ہیں اور یہ بدترین قسم کی "غلامی" ہوتی ہے۔

پیارے بچو! اچھی طرح جان لو کہ صرف اور صرف اللہ تعالےٰ کے قانون (قرآن کریم) کی اطاعت کو ہی حقیقی آزادی کہتے ہیں اور اس آزادی کو پا لینے کے بعد انسان کو نہ کسی قسم کا خوف رہتا ہے اور نہ پریشانی۔ سکون اور آرام سے زندگی گزرتی ہے۔

provision, according to Article 227 of the constitution was restricted to Personal Law but in the Shriat bill it has been extended to include also the Public Laws. This tantamount to promoting polytheism and is as such repugnant to Quran.

DISCOUNT ON TOLU-E-ISLAM PUBLICATIONS

##

1. *BOOK SELLERS.*

DELUXE EDITIONS

Purchases upto Rs. 5000 in a Month.	33 %
Purshases More than Rs. 5000 in a Month	35 %.
STUDENT EDITION	20 %

2. *LIBRARIES & TOLU-E-ISLAM BAZMS*

Purshases upto Rs. 5000 in a month	20 %.
Purchases more than Rs. 5000 in a month.	25 %

4. *TEACHERS/STUDENTS* 20 %
(Deluxe editions only)

TOLU-E-ISLAM MAGAZINE 33 %
(Book Sellers & Bazms Only)

PACKING & POSTAGE TO BE BORNE BY THE PURCHASER
****

"Shall I seek other than Allah for Judge, when He it is Who hath revealed unto you this Book fully explained"

which according to Allah is :-

The right way of life (30:30)

12. Section 15 & 16 Continuance of International financial obligations, and fulfillment of existing obligationa.

The objects of this section are served in the constitution under International treaties and call for no fresh legislation.

Summary.

There can be hardly any dispute with the proposition that Almighty Allah has ordained and enjoined upon all Muslims to lead their lives in accordance with the Injunctions of Islam. Having, therefore, received a positive command from Divine Law there is hardly any need for temporal law to lay down any further commands. It is most unfortunate that Muslims all over the world including Pakistan are not leading their lives in accordance with the Divine Laws. So is the case with the Governments of these countries. Pakistan is one of those Muslim countries who have a Constitution containing Islamic Provisions. It also has a Federal Shariat Court & Council of Islamic Ideology, to examine and strike down laws which are found repugnant to the Injunctions of Islam and make recommendations to the Government for Islamisation of systems. There is no denying a fact that the existing constitutional provisions require improvement, as stated in the foregoing paragraphs, for which Parliament is the right forum. Subordinate legislation like Shariat Bill, shall neither be appropriate nor useful.

Shariat Bill, apart from being inoperable, is aimed at promoting the tint of sectarianism introduced in the constitution by allowing Muslims to follow Quran and Sunnah as interpreted by their sects. This

7. Section 9 - Teaching and training in *Sharia*.

This has already been taken care of under Article 31 of the Constitution and need no further legislation.

8. Section 10 - Islamisation of economy.

The task could have been handled by the Islamic Ideology Council raised under Article 228 & 230 of the Constitution. This in any case is a constructive idea provided aims and scope of the Quranic Social Order are kept in view.

9. Section 11 - Mass Media to promote Islamic Values.

Provision for promotion of Social Justice and eradication of social evils already exist in Article 37 of the Constitution. Any fresh legislation for this purpose shall amount to repetition.

10. Section 12 - Islamisation of Education.

Legislation for this purpose is already available in Article 31 of the Constitution. Fresh or supplemental legislation is not, therefore, called for.

11. Section 14- Laws to be interpreted in the light of *Sharia*.

The order of preference given in the Shariat Bill for this purpose is:-

Islamic Principles Rules and Procedure of *fiqh* Principle of preference	If more than one interpretation is possible.
Islamic Injunctions Principles of Policy set out in the Constitution.	If two or more interpretations are equally possible.

Honorable members of the senate did not perhaps have before them verse 115 of Sura 6 of Allah's Book, which says:-